الاجابۃ الکافیہ

فی ردّ

دفاعِ معاویہ

مؤلفہ

سیّد مہر حسین بخاریؒ

ناشر

مجلسِ تحفظ ناموسِ اہلِ بیتؑ

پاکستان

الاجابتہ الکافیہ

فی ردّ

دفاعِ معاویہ

مؤلفہ

سیّد مہر حسین بخاریؒ

ناشر

مجلسِ تحفظ ناموسِ اہلِ بیتؑ
پاکستان

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتابیاتی معلومات

نام کتاب ـــــــ الاجابتہ الکافیہ فی رد دفاع معاویہ

نام مصنف ـــــــ سید مہر حسین بخاری

نام کاتب ـــــــ محمد اسحاق

نام پریس ـــــــ

صفحات ـــــــ ۱۱۲

قیمت ـــــــ ۱۲ روپے

بار ـــــــ اوّل

تعداد ـــــــ ایک ہزار

تاریخ اشاعت ـــــــ عشرۂ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ، ستمبر ۱۹۸۵ء

ملنے کا پتہ

۱۔ سید مہر حسین بخاری بیت التوحید کامرہ ضلع اٹک

۲۔ مسکی مسجد اہل سنت والجماعت (رجسٹرڈ) حنفی دیوبندی کامرہ ضلع اٹک

۳۔ مجلس تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین بحق سید الاولین والآخرین والہ الطاھرین واصحابہ المکرمین۔

امابعد

شیخ محمد بن احمد سفارینیؒ اپنی تصنیف "لوامع الانوار البھیہ وسواطع الاسرار الاثریہ" میں امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ کا قول کہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ سألت ابی عن علی و معاویۃ فقال اعلم ان علیاً کان کثیر الاعداء ففتش لہ اعداءہ شیأ فلم یجد وافجاء الی رجل قد حاربہ وقاتلہ فاضطرہ کیاد اضھم لہ رضی اللہ عنہ

میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے انہوں نے حضرت علی میں کوئی نقص تلاش کیا مگر نہ پا سکے تو یہ لوگ ایک ایسے شخص یعنی (حضرت معاویہ) کی طرف متوجہ ہوئے جس نے حضرت علی سے جنگ وجدال کیا تھا اور ان اعدائے علی نے اس کی تعریف بڑھا چڑھا کر کی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک چال تھی۔

اور اسی سلسلہ میں علامہ شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں:۔

حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علیؓ پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیث امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔ سیرت النبی جلد اول

بنو امیہ کی جابرانہ اور متغلبانہ سلطنت سیف وقلم کے زور سے اور دوسرے ذرائع سے اس ناپاک کوشش میں لگی رہی کہ حضرت علیؓ اور آپ کے خانوادہ طہارت کا نام اور کام اس دنیا سے مٹ جائے۔ یہ تو زبان وقلم کی حق پوشیاں تھیں۔ سنان وتیغ کی ناحق کوشیاں دیکھنا ہوں تو اموی گورنروں کمانڈروں زیاد نطفہ ناتحقیق۔ ابن زیاد بسر ابن ارطاۃ۔ مسلم بن عقبہ۔ مروان بن حکم۔ حصین بن نمیر حجاج بن یوسف کے حالات پڑھیئے جن کی سفاکی اور تعدی کے خونین واقعات اسلام کے دامن پر بدنما داغ ہیں ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی حضرت علیؓ کا نام لیتا تو تازیانہ اور حبس۔ قطع وقتل کا مستوجب ٹھہرتا۔ حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ کا ہی واقعہ دیکھ لیں۔

اور حضرت حسن بصریؒ اگر کوئی روایت حضرت علیؓ سے نقل کرتے تو آنجناب کا مبارک نام مجبوراً چھوڑ دیتے۔ یا یوں کہتے کہ شیخ نے ایسا کہا۔

اور پھر جب بنو امیہ کا آخری حکمران مروان الحمار قتل ہوا اور بنی عباس نے حکومت حاصل کی تو وہ بھی خاندان رسولؐ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے۔

مگر دوسری طرف جہاں کہیں کسی صحابی کے بارہ میں کلمہ منقبت دیکھا گیا یا کوئی جملہ دعائیہ

پایا گیا اسے فی الفور حضرت معاویہ پر فٹ کر دیا گیا۔ اور حضرت معاویہ کو جامع الصفات ثابت کرنے کیلئے تمام صحابہ کے اوصاف تلاش کر کے انہیں حضرت معاویہ کے لئے ثابت کیا گیا۔

مگر جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

سفر السعادۃ ص ۱۴۳ ۔ کشف الخفاء ج ۲ ص ۴۲۰ ۔ الفوائد المجموعہ ص ۔ الموضوعات ج ۲ ص ۲۴ الموضاعات الکبیر ص ۱۶۹ ۔ اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۲۴ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۸۵ ۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۷۱۶)

اتنے وسیع عرصہ تک ناصبیت کے زہریلے پروپیگنڈے نے کافی لوگوں کو متاثر کیا اور یہ پروپیگنڈہ اتنے وسیع پیمانے اور اتنی شد و مد سے کیا گیا کہ بعض اہل سنت بھی ان کے دام فریب میں آگئے اور متاثر ہونے سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ "استخلاف یزید" کتاب کی اشاعت سے نواصب کے علاوہ بعض سنی علماء بھی جیں بجبیں ہو گئے۔ قاضی مظہر حسین صاحب نے خارجی فتنہ کتاب تحریر فرمائی تو ایک درجن صفحات پر استخلاف یزید کی بعض عبارتوں پر معترض ہوئے۔

بندہ ناکارہ نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ اکابرین دیوبند اور خود خارجی فتنہ کی روشنی میں ان اعتراضات کا جواب کھلی چٹھی بنام مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نامی رسالہ سے دیا اور خیال تھا کہ مولانا قاضی صاحب میرے جوابات پڑھ کر اپنے اعتراضات سے دست بردار ہو جائیں گے لیکن معاملہ کچھ الٹ ہو گیا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

قاضی صاحب موصوف بجائے اس کے کہ انانیت کو دبا کر تعصب کی عینک اتار کر صدق دل سے کھلی چٹھی کا مطالعہ فرماتے اور رجوع فرماتے ۱۸۸ صفحات

کی کتاب کھلی چٹھی کا جواب بنام دفاع حضرت معاویہ لکھ ماری۔

قارئین شاید حیران ہوں کہ ۲۲ صفحات کی کھلی چٹھی کا اتنا طویل جواب کہ ۱۸۸ صفحات کالے کیئے ہیں۔ یقین جانیئے کہ بندہ ناکارہ کے جواب کا الجواب اور بندہ ناکارہ کی طرف سے پیش کردہ خارجی فتنہ کی تضاد بیانیوں کا جواب ندارد۔

ص جفائیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں مجھ سا اہل وفا
تیرا جواب تو میں تھا میرا جواب نہ تھا

بلکہ رئیس المحققین امام اہل سنت حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری دامت برکاتہم کی کتاب استخلاف یزید پر مزید فرسودہ اعتراضات۔ اپنی کتاب خارجی فتنہ پر ماہنامہ بینات کراچی کا ادھورا تبصرہ۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ماہنامہ الخیر ملتان۔ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، اور بریلوی رسالہ ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ شریف کے تبصرے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب پر تبصرہ شیعہ مولوی ڈھکو کی کتاب تجلیات صداقت پر جابجا تبصرہ۔ علامہ وحید الزمان اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی پر تنقید امام نسائی پر بے جا تنقید اور راقم کی طرف سے شائع کردہ کتاب "خصائص نسائی فی مناقب مرتضوی" پر بے موقع تبصرہ و تنقید شامل ہے۔ اور یوں قاضی صاحب نے اپنی کتاب کی شکم پری کی ہے۔ اور مزید تضاد بیانوں کا شکار ہو گئے۔

بہر حال اب ہم بفضلہ تعالیٰ "دفاع حضرت معاویہ" نامی کتاب کا ٹائیٹل سے لے کر آخر تک بترتیب جواب دیں گے۔

وما ارید الا الاصلاح ما استطعت
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ترجمانہ احمد! مہر حسین بخاری کان اللہ لہ۔ شب جمعۃ المبارک محرم الحرام ۱۴۰۵ھ۔

قاضی صاحب نواصب کی پیروی میں

مشہور ناصبی مولوی محمد اسحاق سندیلوی صاحب نے اپنی کتاب اظہار حقیقت میں حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔ چنانچہ آرقام فرماتے ہیں کہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان و حضرت علی کی طرح حضرت معاویہ بھی امام برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ (اظہار حقیقت ص۱۹۳)

چنانچہ قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی "دفاع معاویہ" نامی کتاب کے ٹائیٹل پر لکھا ہے۔ کہ۔

بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ

گویا قاضی صاحب بھی نواصب کی طرح حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں۔ قاضی صاحب! یہ اہل سنت کا نظریہ نہیں ہے۔ البتہ محمود عباسی اور سندیلوی صاحب کا نظریہ ہے۔ اور آپ نے بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔ اب قاضی صاحب سے بصد ادب گذارش ہے۔ کہ وہ حق چار یارؓ" کی بجائے حق پنج یار کو نعرہ بنالیں۔

قاضی صاحب اگر حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد نہیں مانتے تو کتاب کے سرورق پر جلی حروف میں حق چار یارؓ اور بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ کیوں لکھا ہے۔؟ اور اگر حسب تحریر واقع حضرت معاویہ کو نواصب کی پیروی میں خلیفہ راشد مانتے ہیں تو پھر قاضی صاحب کا نعرہ خلافت راشدہ حق چار یارؓ کا نعرہ بے معنی ہو جاتا ہے اور قاضی صاحب نے نعرہ حق چار یار کے ساتھ ناحق پانچویں سوار کو بھی نتھی کر دیا ہے۔ بہر حال قاضی صاحب کی کتاب دفاع معاویہ کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اور باقی

کتاب کا تو خدا حافظ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار ... کج

سب سے پہلے حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد کہنے والے محمود عباسی اور مولوی محمد اسحاق سندیلوی ہیں مگر بعض نادان سنی بھی حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد کہتے ہیں۔ مثلاً مولوی سعید الرحمن علوی ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" نامی کتاب پر مقدمہ لکھتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

بقول علمائے کرام جن دو بزرگوں نے سب سے زیادہ کتابت کے فرائض انجام دیئے ان میں ایک حضرت زیدؓ اور دوسرے امام عادل و راشد سیدنا معاویہ بنو ابو سفیان سلام اللہ تعالیٰ علیہ و رضوانہ ہیں (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص۶)

حضرت معاویہ کاتب وحی تھے یا نہیں یہ بحث تو انشاء اللہ الرحمن اپنے مقام پر آئے گی۔ سردست قارئین کو یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ ناصبیوں کی پیروی میں اب بعض نام نہاد سنی مولوی بھی حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں اور انجانی محمود عباسی کی تقلید چاہتے ہوئے حضرت معاویہ کو صلوات اللہ علیہ یا علیہ السلام لکھتے ہیں۔ اور اس کے برعکس اہل بیت نبویؐ کے ساتھ جبکہ ان کے مبارک ناموں کے ساتھ شروع سے ہی فقہا محدثین علیہ السلام لکھتے چلے آرہے ہیں۔ بڑی بے باکی سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبید اللہ صاحب انور جو بظاہر ایک بڑے

بڑے پیر صاحب بھی ہیں ناصبیت کی شعوری یا غیر شعوری تبلیغ کا فریضہ یوں انجام دیتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس عظیم نسبت اور ان کے شرف صحابیت سے انکار کی مجال نہیں لیکن انہیں سید الشہداء کہنا رسالت کی اس لئے توہین ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اس کا مصداق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے انہیں امام کہنا رفض وسبائیت کی غیر شعوری تبلیغ ہے۔

(ہفت روزہ خدام الدین ۱۴/محرم ۱۳۹۹ھ بحوالہ اصل حقیقت ص۸۰)

مولوی عبید اللہ صاحب انور فرماتے ہیں کہ حضرت حسین کو سید الشہداء کہنا رسالت کی توہین ہے۔ تو مولوی عبید اللہ صاحب کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ بانی دار العلوم دیوبند اپنے مکتوبات قاسم العلوم میں حضرت حسین کو سید الشہداء لکھتے ہیں اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ اپنے فتاویٰ میں اس کی توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت حسین واقع ہی سید الشہداء ہیں۔ نیز مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ (جن کے ناموں پر آج کل یہ مولوی خانقاہیں چلا رہے ہیں۔ اور پیر بنے بیٹھے ہیں) کو رسالت کا توہین کرنے والا لکھا ہے یا نہیں۔؟

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام کے ساتھ امام تو اتنے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اس کی انکار کی مجال نہیں۔

کیا یہ تمام لوگ رفض وشیعیت کی تبلیغ میں مصروف رہے ہیں۔ اگر یہ رفض و شیعیت کی تبلیغ ہے اور توہین رسالت ہے تو اس کے سب سے بڑے مجرم ان کے والد گرامی مولانا احمد علی لاہوری ہیں۔

مولانا احمد علی لاہوری نے محرم کے ایک شمارہ میں وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ مراد حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو بتایا کہ اس سے مراد حضرت حسین کی

قربانی مراد ہے۔

سجاد بخاری کی ہرزہ سرائی

دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے ایک ماہنامہ تعلیم القرآن نکلتا ہے۔ جس کے ایڈیٹر سجاد بخاری صاحب ہیں۔ گاہے بگاہے حسب موقع، وحسب توفیق اہل بیت نبوی کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کے شمارہ میں مطبوعات جدیدہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے مسائل اربعین نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔ محترم مرتب نے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سلام کے ساتھ جو تخصیص فرمائی ہے۔ وہ محل نظر ہے۔ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح ضروری ہے۔

یہی سجاد بخاری صاحب موصوف اسی تعلیم القرآن شعبان ۱۴۰۳ھ کے شمارہ مولانا ضیاء القاسمی صاحب کی کتاب خطبات قاسمی پر ان الفاظ سے تبصرہ فرماتے ہیں۔

شہادت حسین ؓ پر جو خطبہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس کا انداز کافی حد تک قابل اصلاح ہے۔ یہاں خطیب قلم کی زبان میں ذاکرانہ انداز کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ باتیں سراسر خلاف حقیقت بھی نوک قلم پر آگئی ہیں مثلاً ص۴۳ پر ہے

ایک عارف تڑپ اٹھتا ہے۔ اور بے اختیار کہتا ہے کہ:۔

شاہ است حسین ..... الخ

یہ رباعی کسی عارف تو کیا کسی ادنیٰ سنی مسلمان کی بھی نہیں۔

اس رباعی کو حضرت اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت سے علامہ اقبال مرحوم نے بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور اس رافضیانہ رباعی کا مفہوم اپنے بعض اشعار میں نظم کر دیا الخ

مہتمم دارالعلوم دیوبند حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب کی وفات پر جو تعزیتی کلمات ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع ہوئے ہیں ان میں قاری محمد طیب صاحبؒ کی کتاب شہید کربلاؓ اور یزید سے شدید اختلاف کیا گیا ہے۔ اور مضمون سے ناصبیت جھلکتی ہے۔ اس دارالعلوم تعلیم القرآن کے مفتی عبدالرشید صاحب بھی ناصبیت کے داعی ہیں اور استاذ الحدیث بھی ناصبیانہ ذہن کے مالک ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس مسئلہ کے لیے راقم کی ایک اور کتاب پاکستان میں یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ" بھی زیر ترتیب ہے۔ جس میں ان کے علاوہ بعض پردہ نشین ناصبیوں کے نقاب بھی الٹ دیئے گئے۔ مولوی سید الرحمٰن علوی، مولوی عبیداللہ انور اور ارباب تعلیم القرآن کے متعلق توضیحات آگئی ہے۔ اصل مقصود تو قاضی صاحب کا دفاع معاویہ کتاب کے ٹائیٹل پر یہ لکھنا کہ بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ زیر بحث تھا۔

قاضی صاحب نے بشارت الدارین نامی کتاب میں احمد رضا خان بریلوی کے حوالہ سے حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔ ص ۲۰۴

احمد رضا خان بریلوی اور احمد یار خان کے متعلق بھی راقم نے اپنی زیر ترتیب کتاب یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ میں بنہائت شرح و بسط سے بحث کی ہے۔

قاضی صاحب کا تجاہل عارفانہ

قاضی صاحب راقم ناکارہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب موصوف غالباً کوئی سند یافتہ عالم نہیں ہیں۔ اور راقم نے ایک دفعہ قاضی صاحب کی خدمت میں تحریر بھی کیا تھا کہ بندہ کسی مدرسہ سے پڑھا ہوا مولوی وغیرہ نہیں ہے۔ تو قاضی صاحب نے بندہ کو مولوی مہر حسین کے نام کیوں یاد کیا ہے۔!

بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاضی صاحب کے معتقدین و مریدین

یہ خیال کریں کہ قاضی صاحب نے کوئی بڑا معرکہ فتح کیا ہے۔ اور کسی مولوی کی ۲۲ صفحات کی کھلی چٹھی کا ۱۸۸/ صفحات کا جواب دیا ہے۔

حالانکہ بندہ کو نہ کوئی عالم دین ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور نہ فقیہہ شہر کی طرح لغت ہائے حجازی کا قارون ہے۔ بس جناب حسینؓ کے نانا کے عطا کئے دو الفاظ لا الٰہ الا اللہ سرمایہ زندگی ہیں۔

لیکن جس بات کو حق سمجھا اس کا اظہار کر دیا اور وہ بھی اکابرین دیوبند کی تحقیقات کی روشنی میں

قاضی صاحب کے ساتھ حسن ظن

قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب موصوف تین چار سال سے میرے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور میری سابقہ تصانیف کی تعریف و تائید بھی کرتے رہے ہیں۔ قاضی صاحب کو اس بات کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی جو شخص کھلی چٹھی بنام مولانا قاضی مظہر حسین کا مطالعہ کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ فی الواقع مجھے قاضی سے عقیدت تھی۔ قاضی صاحب کی پہلی تصنیف بشارت الدارین میرے مطالعہ میں آئی۔ اس کتاب میں رد شیعیت میں بڑا مواد جمع ہے۔ اور بندہ کو اس موضوع سے خصوصی دلچسپی ہے اس وجہ سے قاضی صاحب سے کچھ عقیدت پیدا ہو گئی۔ بعد ازاں قاضی صاحب نے ناصبیت کے خلاف بھی لکھنا اور بولنا شروع کیا تو قاضی صاحب سے عقیدت کچھ گہری ہو گئی۔ لیکن یہاں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمام علماء دیوبند سے راقم آثم کو گہری عقیدت ہے۔ اور ان علماء کرام کو وقتاً فوقتاً عقیدت بھرے خطوط ارسال کرتا ہوں اور علماء کرام بھی شفیقانہ جوابات سے نوازتے رہتے ہیں۔ اب قاضی صاحب سمجھیں کہ کسی شخصیت سے عقیدت

اور بات ہے۔ اور کسی کتاب کو پڑھ کر اس کی کتاب کی تعریف کرنا اور بات ہے۔ اور قاضی صاحب نے کھلی چٹھی کا جواب بنام دفاع حضرت معاویہ دیا ہے۔ تو اس کتاب کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آج کا مولوی جو پیری مریدی بھی کرتا ہو وہ یکسوئی اور خدائی چاہتا ہے۔ مجھے قاضی صاحب اور مولانا بخاری صاحب دونوں سے عقیدت تھی لہذا قاضی صاحب کو میری عقیدت مولانا بخاری کے ساتھ پسند نہ آئی اور مجھے مولانا بخاری سے بدظن کرنے کے لئے انہوں نے یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ اور قاضی صاحب نے اس کتاب میں اپنی انانیت کو جلا بخشنے کے لیے امانت و دیانت کے تقاضوں کو جس طرح پامال کیا ہے۔ مجھے اس سے ازحد دکھ ہوا ہے۔ اور وہ عقیدت جو قاضی صاحب سے اب تک بدستور قائم تھی بہت کم ہو گئی ہے۔

خارجی فتنہ پر تبصرے

دفاع معاویہ نامی کتاب کی شکم پری کے لئے قاضی صاحب نے خارجی فتنہ پر مختلف علماء کے تبصرے بھی بغرض طوالت شائع فرمائے ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدیر ماہنامہ بینات کراچی نے خارجی فتنہ پر جو طویل تبصرہ فرمایا ہے۔ قاضی صاحب نے تبصرہ کا فائدہ مند حصہ تو تحریر کر دیا ہے۔ مگر باقی ہضم کر گئے ہیں اور اسی طرح ماہنامہ "الخیر" کے تبصرے کا بھی کچھ حصہ ہضم کر گئے ہیں لیکن ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں سعید الرحمن علوی کا تبصرہ شائع نہیں فرمایا شائد قاضی صاحب کے پاس کوئی عذر ہو۔

بہر حال قاضی صاحب ماہنامہ بینات کراچی کے تبصرے کا کچھ حصہ نقل فرمانے کے بعد رقم طراز ہیں۔ کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں شعبہ دعوت و ارشاد کے صدر تھے۔ بینات کے اس تبصرے سے وہ اتنے

ناراض ہوئے کہ مستعفی ہو کر اس ادارہ سے قطع تعلق کر لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(دفاع معاویہ ص۳)

قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں گذارش ہے۔ کہ انا للہ تو مصیبت پر پڑھا جاتا ہے۔ کیا سندیلوی صاحب کا مدرسہ اسلامیہ کا چھوڑنا مصیبت ہے۔؟

بلکہ میں تو کہوں گا کہ اہل سنت کی خوش بختی ہے کہ سندیلوی صاحب مدرسہ چھوڑ گئے ہیں اگر سندیلوی صاحب اپنے عہدہ پر برقرار رہتے تو نہ جانے کتنے طالب علموں کو ناہی بنا جاتے اور نہ جانے مزید کتنے لوگ گمراہ ہوتے

ع معصوم امنگیں جھول رہی ہیں دلداری کے جھولوں پر
یہ کچی کلیاں کیا جانیں کب کھلنا کب مرجھا جانا

ویسے میرا گمان یہ ہے کہ قاضی صاحب نے سندیلوی صاحب کے خلاف جو کتاب خارجی فتنہ تحریر فرمائی ہے وہ بھی صورتاً تحریر فرمائی ہے۔ نہ کہ حقیقتاً کیونکہ راقم ناکارہ نے ایک مکتوب میں قاضی صاحب کی خدمت میں تحریر کیا تھا کہ آپ مولانا لعل شاہ بخاری مدظلہ کے ساتھ بیٹھ کر افہام تفہیم کے ذریعہ مسئلہ حل فرمالیں اس واقعہ کا تذکرہ قاضی صاحب نے زیر تبصرہ کتاب کے ص۱۱ پر کیا ہے۔ تو قاضی صاحب نے جواب لکھا تھا کہ آپ مجھ سے یہ بھی فرما سکتے تھے کہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور آپ (قاضی صاحب) کے درمیان فہم تفہیم کا انتظام کر لیتا ہوں۔ الخ۔

معلوم ہوتا ہے۔ سندیلوی صاحب سے جس عقیدت کا اظہار قاضی صاحب نے بشارت الدارین کتاب میں کیا تھا وہ اب بھی بدرجہ اتم قاضی صاحب میں موجود ہے

حق و باطل کا فیصلہ

از راقم ناکارہ نے قاضی مظہر حسین صاحب

کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا تھا جب کہ قاضی صاحب اٹک کے نواحی گاؤں مرزا تشریف لانے والے تھے۔ ابھی اس خط کا اوپر تذکرہ کیا ہے۔ اور قاضی صاحب نے بھی اپنی کتاب دفاع معاویہ صـ۱۰ پر اسی خط کا تذکرہ کیا ہے۔ قاضی صاحب مولانا سید لعل شاہ بخاری دامت برکاتہم کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے اور مجھے لکھ دیا کہ شاہ صاحب نے جب بڑوں کو نہیں بخشا تو بندہ تو نہ ایسا علم رکھتا ہے۔ نہ عمل۔

۲۔ مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری نے سندیلوی صاحب سے مدرسہ اسلامیہ کی ایک موثر شخصیت کی وساطت سے جب بات کرنا چاہی تو سندیلوی صاحب بھی قاضی صاحب کی طرح جرأت نہ کر سکے اور روبرو تبادلہ خیالات کرنے سے بھی راہ فرار اختیار کر گئے اس واقعہ کا تذکرہ استخلاف یزید صـ میں موجود ہے

۳۔ مجموعہ خرافات رسالہ القول السدید کے مصنفین نے بھی یہ طے کیا تھا کہ چند بزرگوں کی ثالثی میں استخلاف یزید کے معترض علیہ مقامات پر گفتگو ہو جائے اس واقعہ کا تذکرہ بھی القول السدید صـ۵ پر موجود ہے۔ مگر یہ حضرات بھی دم دبا کر بھاگ نکلے اور سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے اور پھر عدالت میں ثالثی کا چکر چلایا اور حسب سابق سامنے نہ آئے اور اس مباحثہ گجرات سے ذلت آمیز فرار تو ہر کسی کو معلوم ہے

ع نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا خیبر ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اب قاضی صاحب ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ جب آنجناب بھی روبرو بات چیت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور سندیلوی صاحب بھی یہ جرأت نہ کر سکے اور القول السدید کے مصنفین بھی وعدہ کر کے دو بار بھاگ گئے ہیں تو پھر حق پر کون ہے۔؟ اور حقائق کس طرف ہیں۔

معلوم ہوا آپ لوگ معاصرانہ چشمک کی بنا پر خواہ مخواہ مولانا بخاری مدظلہ کے خلاف جارحیت کا مظاہرہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں

وقل جاء الحق وزھق باطل
ان الباطل کان زھوقا

آمدم برسر مطلب

اب کھلی چٹھی کے مندرجات اور قاضی صاحب کی طرف سے بے فائدہ اور بے مطلب جوابات اور راقم ناکارہ کی طرف سے جواب الجواب پیش خدمت ہے۔

کتاب خارجی فتنہ حصہ اول صـ۴۲۴ پر مولانا لعل شاہ بخاری کا عنوان قائم کر کے قاضی صاحب ارقام فرماتے ہیں۔

استخلاف یزید سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری صاحب موصوف کا مطالعہ وسیع ہے۔ متعدد کتابوں (حوالوں) کے انبار لگا دیتے ہیں لیکن وہ بھی راہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ وہ حسن ظن نہیں رہتا جو حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہئے مثلاً حسب ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں

اعتراض

نمبر (۱) جمہور اہلسنت کا دوسرا قول کے عنوان کے تحت (مولانا بخاری) لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دور خلافت علیؓ میں وہ ملک جائر تھے (استخلاف یزید صـ۱۸۰)

جواب

اس اعتراض کا جو جواب کھلی چھٹی بنام قاضی مظہر حسین صاحب" دیا گیا تھا پہلے ملاحظہ ہو۔ پھر اس کے بعد قاضی صاحب کے جواب الجواب پر تبصرہ کیا جائے گا جیسا کہ مولانا قاضی صاحب کے اعتراض اور اس کے عنوان جمہور اہل سنت کا کا دوسرا قول سے ظاہر ہے۔ تو پہلی عرض یہ ہے۔ یہ قول خود مولانا بخاری کا نہیں ہے۔ بلکہ جمہور اہل سنت کا قول ہے۔ اس پر مولانا بخاری مدظلہم نے مستند کتب اہل سنت سے کم از کم بیس حوالے رقم کئے ہیں۔ جن میں ریاض النضرہ۔ الاستیعاب فتاویٰ عزیزی۔ بیہقی۔ مجمع الزوائد۔ مسند امام احمد۔ فتح القدیر۔ ہدایہ۔ بحر الرائق فتاویٰ قاضی خان۔ مدارج النبوت۔ الدرر الازہرفی شرح الفقہ الاکبر۔ فیض الباری شرح مواقف۔ سراج الوہاج اور تطہیر الجنان جیسی بلند پایہ علمی کتابوں کے بہ تفصیل حوالے مذکور ہیں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ تطہیر الجنان خالص حضرت معاویہ کے دفاع میں لکھی گئی ہے۔ آگے چل کر مولانا قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد شاہ صاحب (مولانا بخاری) نے ہدایہ وغیرہ متعدد کتابوں کی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت معاویہ کے بارے میں باطل اور جور وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

مگر لطف کی بات یہ ہے۔ کہ خود قاضی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ کے صفحہ ۵۹۹ پر صاحب ہدایہ کا قول اپنی تائید میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

صاحب ہدایہ امام علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانیؒ متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں پھر سلطان جائر سے عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ سلطان عادل سے قبول کرنا جائز ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام نے حضرت معاویہ کی طرف سے عہدہ قبول تھا حالانکہ اپنی خلافت کے دور میں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔

صاحب ہدایہ نے حضرت علیؓ کو حق و صواب پر ماننے کی وجہ سے حضرت معاویہ کو سلطان جائر قرار دیا ہے۔

(خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۹۹)

اس اعتراض پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے قاضی صاحب یہ بھی تسلیم کر گئے ہیں کہ شاہ صاحب (مولانا بخاری) نے گو آخر میں اہل سنت کے دونوں قولوں کے مابین تطبیق دے کر یہ وضاحت کر دی ہے۔ کہ انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو نہ پا سکے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد گویا قاضی صاحب نے اس اعتراض کو خود ہی محو کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی تعجب ہے کہ اس سے متصل ہی قاضی صاحب نے القول السدید" کا ایک بے سروپا اعتراض نقل کر دیا ہے۔

جن لوگوں کے قلوب پر قدرت نے قفل لگا دیئے ہوں ان کی بات تو اور ہے۔ وہ تو ضد اور نفسانیت کے ہاتھوں مجبور ہیں مگر پیشانی عرق ندامت سے شرابور ہو جاتی ہے۔ جب کسی الحلم کے قلم سے ایسے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ اعتراض میں قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود (مولانا بخاری) نے یہ بھی لکھ دیا ..... حضرت معاویہ کے متعلق اہل سنت کی مذکورۃ الصدر آراء دور خلافت علیؓ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں لیکن حضرت حسنؓ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہو گئی تو ان کی بغاوت ختم ہو گئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہو گئی بعد ازاں ان کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی نسبت کرنا ظلم ہے۔

(استخلاف یزید ص ۱۹۱)

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ جملہ حضرت معاویہ کی مدافعت میں ہے۔ نہ کہ مذمت میں

مگر قاضی صاحب نے اسے بھی اعتراض بنا ڈالا اور خود قاضی صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب خارجی فتنہ ص۴۸۴ پر بعینہٖ یہی بات امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے حوالہ سے لکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حضرت معاویہ ابتداءً تو باغی تھے مگر حسینؓ بن علیؓ کی صلح و بیعت کے بعد بلاشبہ وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

(خارجی فتنہ ص۴۸۴ بحوالہ خلفائے راشدین ص۱۱، ۱۲)

اس قول اور مولانا بخاری کے قول میں کیا فرق ہے؟ مگر مولانا بخاری پر قاضی صاحب نے اعتراض کر دیا اور اپنی تائید میں خلفائے راشدین کا مندرجہ بالا حوالہ پیش کیا ہے۔ میں قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں گذارش کروں گا کہ ناپ تول کے دو دو پیمانے نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے لئے اور دوسرا مولانا لعل شاہ بخاری کے لئے میں قاضی صاحب کی یاداشت کے لئے تحفہ اثنا عشریہ سے۔ امام اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا قول نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کل اہل سنت متفق ہیں اس بات پر کہ معاویہ بن ابی سفیان شروع امامت حضرت امیرؓ (حضرت علیؓ) سے اس وقت تک کہ حضرت امام حسنؓ نے اس کے سپرد کی باغیوں سے تھا کہ امام وقت کا مطیع نہ تھا اور حضرت امامؓ نے اس کے سپرد کر دی تو بادشاہوں سے ہوا۔

(تحفہ اثنا عشریہ۔ ہدیہ مجیدیہ ص۳۶۳)

دوسری عرض یہ ہے۔ کہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت معاویہ حق پر تھے؟

اور خطا پر نہیں تھے اور قرآنی موجود خلیفہ راشد کے خلاف باغی نہیں تھے۔؟

محترم قاضی صاحب:۔ اگر ساری دنیا انکار کر دے مگر آپ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے خود اپنی کتاب خارجی فتنہ کے صفحات نمبر ۱۰۱ ص۴۸۰، ص۴۸۱، ص۴۸۶ پر حضرت معاویہ کو امام وقت سے بغاوت کرنے والا لکھا ہے۔ اور یہی بات ص۴۸۴ پر آپ نے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے رسالہ خلفائے راشدین کے حوالہ سے لکھی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے درج ذیل صفحات میں حضرت معاویہ پر باغی کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ صفحات نمبر ۱۹۶، ص۳۴۵، ص۳۵۴، ص۳۶۹، ص۴۱۸، ص۴۷۸، ص۴۸۳، ص۴۸۴، ص۵۰۲، ص۵۱۳، ص۵۹۵، ص۶۰۳

(کھلی چھٹی ص۶۷۳)

تبصرہ

قاضی صاحب نے دفاع معاویہ ص۱۴ پر صرف ایک درجن لائنوں میں مندرجہ بالا عبارت کو سمو دیا ہے۔ اور باقی اپنے کسی مرید کی طرف سے پیش کردہ تذرانہ سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں اور اپنی مذکورہ کتاب ص۲۷ پر مجھے طعنہ دے رہے ہیں کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب کی تنقید تو اس قسم ہے کہ قرآن کے الفاظ لا تقربوا الصلوٰۃ کو تو یاد رکھا جائے اور دانستہ مسکری سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

اسے کہتے ہیں دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔

ویسے ایسی بات قاضی صاحب جو بزعم خویش مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز بھی زیب نہیں دیتی۔

(دیگراں را نصیحت خود را فضیحت کار دانشمنداں نیست)

قاضی صاحب گستاخی معاف اگر استخلاف یزید کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت معاویہ کے ساتھ حسن ظن نہیں رہتا تو آپ یقین فرمائیں کہ آپ کی

خارجی فتنہ پڑھکر واقف کار قارئین کو بھی حضرت معاویہ سے حسن ظن نہیں رہتا (اور اسی وجہ سے متشدد نواصب نے بھی آنجناب کو بھی شیعہ قرار دیا ہے۔) اور قارئین اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضرت معاویہ کو رضی اللہ کہنا خلافِ قرآن ہے۔ اور نص قرآنی جائز نہیں۔

قاضی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ میں صـ۴۷۵ پر سورہ توبہ کی یہ آیت پیش کی ہے۔ والسٰبقون الاولون من المهاجرين والانصار۔ اللہ تعالےٰ نے تین طبقوں پر اپنے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔ (۱) مہاجرین۔ ۲۔ الانصار۔ ان دو طبقوں کا مقام معیاری ہے۔ (۳) تیسرا طبقہ وہ ہے۔ جو مہاجرین اور انصار کی پیروی خوش اسلوبی سے کرے۔ (والذین اتبعوھم باحسان) اس تیسرے طبقے سے رضائے الٰہی مشروط ہے۔ مہاجرین اولین اور انصار کی اچھے طریقے سے پیروی کرنے کے ساتھ۔

اور حضرت علیؓ مہاجرین اولین میں سے ہیں پھر ان کو موعودہ خلفائے راشدین میں چوتھا مقام حاصل ہے۔ حضرت معاویہ نہ تو مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں آپ تیسرے طبقہ سے وابستہ ہیں ان کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کی پیروی لازم تھی ان کے مہاجرین اولین میں ہوتے اور بوجہ خلیفہ ہونے۔ بہر حال از روئے نص قرآنی حضرت علیؓ کی پیروی حضرت معاویہ پر لازم ہے۔ لیکن بجائے پیروی کے انہوں نے مخالفت کی اور صرف زبانی مخالفت نہیں بلکہ بجائے اطاعت کے قتال کیا۔ الخ

(خارجی فتنہ صـ۴۷۶)

"قاضی صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوگیا کہ حضرت معاویہ تیسرے درجہ کے صحابی تھے۔ اور ان کے لئے رضائے الٰہی مشروط تھی کہ وہ مہاجرین اولین کی خوش اسلوبی کے ساتھ پیروی کریں مگر انہوں نے بجائے پیروی کے مخالفت کی اور وہ بھی

زبانی نہیں بلکہ قتال کیا تو قرآنی شرط نہیں کی لہذا والذین اتبعوھم باحسان کے زمرہ میں شامل نہ ہو سکے اور رضی اللہ عنہم کہلانے کے نص قرآنی مستحق نہ ٹھہرے۔

امید ہے قاضی صاحب جواب دیں گے کہ خدا نے یہ قرآنی آیات بھی صورتاً نازل کی ہیں نہ کہ حقیقتاً اعاذنا اللہ من ھذا الخرافات۔

(۱) قاضی صاحب نے حضرت معاویہ کے لئے جلیل القدر صحابی کے الفاظ استعمال کئے تھے تو راقم ناکارہ نے کھلی چھٹی صـ۳ کے حاشیہ پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قول نقل کیا ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ہم امیر معاویہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے۔

(شہادت امام حسینؓ و کردار یزید صـ۸۰)

قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بات کو تسلیم کر کے لکھا ہے۔ اور اپنے پیر و مرشد کی تحقیق کے مقابلہ بانی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق پر بھروسہ کیا جب کہ آپ نے بانی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق کو ٹھکرا کر میرے پیر و مرشد کی تحقیق کو تسلیم کیا ہے۔

نیز قاضی صاحب نے بھی حضرت معاویہ کو تیسرے درجہ کا صحابی قرار دیا ہے۔

(خارجی فتنہ)

اس پر قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی مہر حسین شاہ حضرت امیر معاویہ کے لئے جلیل القدر کے الفاظ استعمال کرنے سے بھی چڑتے ہیں۔ آپ کو مجتہد اور عادل بھی نہیں مانتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر معائب تلاش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بغض معاویہ کا کوئی مادہ گھسا ہوا ہے۔ الخ

دفاع معاویہ صـ۶۶

بعض بداندیش سُنّی علماء کی طرف سے حضرت معاویہ کے ناجائز دفاع کی وجہ

سے ہی پاکستان میں فتنہ ناصبیت پیدا ہوا ہے۔ اور آج بھی حضرت معاویہ کا ناجائز دفاع ہی ناصبیت کی ترویج و اشاعت کا ایک حصہ ہے۔ قاضی صاحب بھی سمجھیں کہ یہیں سے ناصبیت کا دروازہ کھلتا ہے۔

بہر حال قاضی کھلی چھٹی کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ بندہ نے سندیلوی صاحب کے موقف کی تردید کی ہے۔ اور انہیں متنبہ کیا ہے۔ کہ آپ تو حضرت معاویہ کی اجتہادی خطا بھی نہیں مانتے جو گناہ بھی نہیں اور اس میں حسب حدیث ایک اجر ملتا ہے۔ حالانکہ بعض اکابر نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں باغی اور جائر وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔

(دفاع معاویہ ص۱۵)

کیا قاضی صاحب بتلا سکتے ہیں کہ جن اکابر نے حضرت معاویہ کو باغی اور جائر لکھا ہے وہ اہل سنت کے اکابر ہیں یا روافض کے۔؟

اگر روافض کے ہیں تو قاضی صاحب نے انہیں اپنے اکابر میں کیوں شمار کیا ہے۔!

اہل سنت کے اکابر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر مولانا بخاری اور راقم ناکارہ کیوں معتوب ہیں۔ ہم نے تو اسلاف کی پیروی کی ہے۔

عذر بد

مثل مشہور ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

قاضی صاحب نے راقم ناکارہ کی کھلی چھٹی کا جواب دینے کی جو ناکام کوشش کی ہے اس پر کتاب پر یہ مثل صادق آتی ہے۔ حقیقتاً تو قاضی صاحب نے کھلی چھٹی کے کسی بھی

مندرجہ کا جواب نہیں دیا بس اپنے مریدوں پر اپنے علم کی دھاک بٹھانے کی خاطر خواہ مخواہ کھینچا تانی کی ہے۔ اور قاضی صاحب کی پوری کتاب قاضی صاحب کے ایک خود ساختہ یا موروثی جملے کے گرد گھوم رہی ہے۔ وہ جملہ ہے صورتاً یا حقیقتاً۔

قاضی صاحب بات کر کے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اس سے مراد صورتاً ہے۔ نہ کہ حقیقتاً اسے کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ۔

پھر تو سندیلوی صاحب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ میری کتاب اظہار حقیقت میں جو الفاظ موہم نظر آتے ہیں تو وہ مودودی صاحب پر الزاماً ہیں۔

اور جب قاضی صاحب مودودی صاحب اور سندیلوی صاحب عدم میں تھے اور جو کتابیں وجود میں آئیں تو ان میں ایسی عبارتیں کن لوگوں کو الزاماً جواب کے طور پر درج کی گئی ہیں۔

بینوا و توجروا

قاضی صاحب آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خود ساختہ چکر سے نکل کر علمی دنیا میں تشریف لائیں آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے مرید اور عقیدت کی ٹیڑھی لکیر پر چلنے والے فقیر آپ کی کتاب بطور تبرک خرید کر مریدی کے انداز میں واہ وا بہت خوب کہہ دیں گے۔ مگر علمی دنیا میں اس کا مقام صفر کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب تک آپ اس خود ساختہ صورتاً و حقیقتاً کے چکر سے نہیں نکل پاتے یہ مسئلہ آپ سے حل بھی نہیں ہو سکتا اور نہ آپ اسے سمجھ سکتے ہیں۔

قاضی صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب پر لازم تھا کہ جور لبادت وغیرہ الفاظ پر مشتمل عبارتوں کا حوالہ دینے کے ساتھ میری پیش کردہ توجیہات بھی پیش کر دیتے تاکہ ناظرین حقیقت حال سے واقف ہو جاتے۔

قاضی صاحب آپ کی توجیہات سوائے اس کے کیا ہیں کہ ایک جملہ جو آپ کی ذہنی اختراع ہے آپ بات مکر کے فوراً کہہ دیتے ہیں اس سے میری مراد صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً قاضی صاحب اس جملے کو علمی بحث میں کیا حیثیت حاصل ہے۔

قاضی صاحب کی دورخی پالیسی

قاضی صاحب دفاع معاویہ کتاب ص ۲۲ و ص ۲۳ پر استخلاف یزید میں منقول اہل سنت کے دو قولوں میں تطبیق پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں،

حضرت علیؓ بالاتفاق قران کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں ان کے اس مرکزی منصب خلافت راشدہ کو تسلیم کرنے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی ہی قرار دیا جائے گا۔ لیکن یہاں فریق ثانی میں چونکہ جلیل القدر صحابہ کرام ہیں جن میں امیر معاویہ بھی ہیں اس لئے صحابیت کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کی حضرت علیؓ سے کوئی ذاتی اور عنادی مخالفت نہ تھی انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت علی سے اختلاف کیا لیکن اس میں ان سے اجتہادی خطا ہو گئی اس لئے ان کو حقیقتاً باغی نہیں کہہ سکتے اور حضرت علی المرتضیٰ بھی ان کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیتے تھے اس لئے منازعت کو ختم کرنے کے لئے ثالثی قبول کی ورنہ اگر آپ ان حضرات کو حقیقتاً باغی اور اہل باطل سمجھتے تو حسب ارشاد ربانی آپ پر لازم تھا کہ جب تک حضرت معاویہ اور ان کی جماعت آپ کی اطاعت نہ کرتی آپ جنگ کرتے رہتے۔ اسی بنا پر میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں کئی مقامات میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ حضرت معاویہ کی بغاوت صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً۔ الخ

دفاع معاویہ ص ۲۳

بعینہ اسی طرح کی ایک عبارت قاضی صاحب نے خارجی فتنہ میں بھی تحریر فرمائی ہے۔ ارقام فرماتے ہیں اگر حضرت علیؓ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ کا اختلاف عناد و نفسانیت پر مبنی ہوتا ہے۔ تو آپ ثالثوں کی تحکیم قبول نہ فرماتے کیونکہ حقیقتاً باغی کے لئے تو قرآن مجید میں صریح حکم مذکور ہے۔

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ۔

(پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے) حالانکہ آخری وقت تک حضرت معاویہ نے حضرت علیؓ کی اطاعت قبول نہیں کی باوجود اس کے حضرت علیؓ ثالثی کی تجویز قبول فرمالی۔

خارجی فتنہ ص ۴۲۷

راقم ناکارہ اور مولانا بخاری مدظلہ پر اعتراض کرتے ہوئے قاضی صاحب مذکورہ بالا دو کتابوں میں ارقام فرماتے ہیں کہ اگر حضرت معاویہ حقیقی باغی ہوتے تو حضرت علیؓ قرانی حکم پر عمل کرتے۔

مگر اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں سندیلوی صاحب کا رد کرتے ہوئے قاضی صاحب یوں بھی تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے خدا کی دی ہوئی خلافت موعودہ کے تحفظ کے لیے حضرت معاویہ کو بیعت کی دعوت دی لیکن جب انہوں نے بجائے اطاعت الٹا آپ کے معزول ہونے اور دوبارہ انتخابات ہونے کا مطالبہ کیا تو حضرت علیؓ نے قران کے حکم فقاتلوا التی تبغی پر عمل کیا۔

خارجی فتنہ ص ۵۲۰

کیا قاضی صاحب اپنے ان دونوں قولوں (جو ایک دوسرے کی بالکل ضد ہیں) کچھ تطبیق نکال لیں گے۔؟ اور اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے۔

ع ابھی تو ابتدائے عشق ہے رو تا کیا ہے
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قضیہ تحکیم

ثالثی کی جو تجویز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمائی ہے۔ اسے تحکیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اب قاضی صاحب ہی کی زبانی تحکیم کی روداد پیش خدمت ہے۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ایثار عنوان قائم کر کے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے تحکیم کی تجویز قبول کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ آپ تفریق نہیں چاہتے تھے۔ آپ خلوص وللّٰہیت کا پیکر تھے۔ اور خلیفہ موعود کو ایسا ہی ہونا چاہیئے لیکن جہاں تک آپ لچک قبول کر سکتے تھے آپ نے کی مگر جب ثالث حضرات نے ان کا مقابلہ میں حضرت معاویہ کو بھی اپنے دائرہ منصب خلافت پر فائز کر دیا تو آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور آپ یہ فیصلہ قبول بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس معاملہ میں استقامت عطا فرمائی اور ان سے اس سلسلہ میں خطائے اجتہادی کا صدور بھی نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ اگر آپ برضا و رغبت اس فیصلہ کو قبول فرما لیتے تو پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ صحیح ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ (خارجی فتنہ صـ۵۹۲)

جناب صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ حکمین غلط فیصلہ کریں گے اور حدیث کے الفاظ حکمین کے متعلق تو یہ ہیں۔

ضلا وضل من اتبعھا۔ ترجمہ خارجی فتنہ صـ۴۵۶

قاضی صاحب! حضرت علی المرتضیٰؓ نے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیشگوئی ثابت کرنے کیلئے یہ تجویز قبول فرمائی تھی مگر ثالثوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی معزولی کا غیر شرعی اعلان کر دیا جو بقول آپ کے گناہ ہے۔

خارجی فتنہ صـ۴۵۵ پر قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔

قاضی صاحب کی مخبوط الحواسی

تحکیم کی بحث میں قاضی صاحب نے نہایت ہی مخبوط الحواسی کا ثبوت دیا ہے۔ اور چکر پر چکر کھاتے چلے گئے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قاضی صاحب اسلام کے سیاسی نظام کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں جبکہ پاکستان میں تحفظ اسلام پارٹی کے نام سے ایک سیاسی جماعت کے امیر بھی ہیں اور اس سے قبل جمعیت علمائے اسلام کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔

(۱) قاضی صاحب جن ثالثوں کے لئے ضلا وضل من اتبعھا حدیث کے الفاظ لائے ہیں ان کے متعلق اپنی کتاب علمی محاسبہ صـ۱۴۱ پر لکھتے ہیں۔ صحابہ کے دونوں گروہوں نے اپنے میں سے جن دو جلیل القدر صحابہ یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو حکم تسلیم کیا تھا۔

(۲) قاضی صاحب حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو نص قرآنی بھی قرار دیتے ہیں اور اپنی کتاب علمی محاسبہ صـ۱۴۱ پر یوں بھی رقم طراز ہیں کہ۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ہر دو ثالثوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کر دیا تھا حالانکہ اگر حضرت علی کو قطعاً حق پر سمجھا

جاتا اور حضرت معاویہ کو باطل پر تو پھر خلیفہ حق کو معزول کرنا کیونکر جائز ہو سکتا تھا

۳۔

قاضی صاحب سے اہم سوال

قاضی صاحب کا یہ لکھنا بھی قاضی صاحب کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہر دو ثالثوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کر دیا تھا۔

علمی محاسبہ صـ ۱۴۱

خلیفہ برحق حضرت علیؓ المرتضیٰ تھے تو دونوں کیسے معزول ہوتے؟۔

جب کہ خود قاضی صاحب یوں بھی گوہر افشانی کرتے ہیں۔

مگر جب ثالث حضرات نے ان (حضرت علیؓ) کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کو بھی اپنے دائرہ میں منصب خلافت پر فائز کر دیا تو آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا

خارجی فتنہ صـ ۵۸۲

قاضی صاحب بتا سکتے ہیں کہ دونوں کو معزول کر دیا کہ الفاظ انہوں نے کیوں اور کیسے استعمال کئے ہیں۔؟ اور پھر حضرت معاویہ کو بھی اپنے دائرہ میں منصب خلافت پر فائز کر دیا اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔

۴۔ علمی محاسبہ کی اسی عبارت میں قاضی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے کہ "حالانکہ اگر حضرت علی کو قطعاً حق پر سمجھا جاتا اور حضرت معاویہ کو باطل پر تو پھر خلیفہ حق کو معزول کرنا کیونکر جائز ہو سکتا تھا۔

قاضی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت علی قطعاً حق پر ہوتے اور حضرت معاویہ قطعاً باطل پر تو پھر حضرت علیؓ کی معزولی ناجائز ہوتی اب اس کا فیصلہ کہ حضرت علیؓ قطعاً حق پر تھے قاضی صاحب کی زبانی سنیئے۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں، حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا

بلکہ گناہ تھا۔ (خارجی فتنہ صـ ۴۵۵)

اور اس صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے۔ (خارجی فتنہ صـ ۴۵۵)

اور پھر دوسری جگہ قاضی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دونوں فیصلے آیت اُخریٰ کے خلاف ہیں۔ (خارجی فتنہ صـ)

اور اس بحث میں آگے چل کر ارقام فرماتے ہیں۔ کہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ خارجی فتنہ صـ ۴۵۸

اور پھر یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی معزولی کا مطالبہ بھی بالکل ہی ناجائز تھا۔

(خارجی فتنہ صـ ۵۲۶ و صـ ۵۵۰) کھلی چٹھی صـ ۱۳

اب قاضی صاحب ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ حضرت علیؓ کی معزولی ناجائز تھی یا نہیں؟ اور اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ذرا سوچ کر جواب رحمت فرمائیں کہ اگر حسب تحریر معزولی ناجائز تھی تو حضرت علیؓ کو قطعاً حق پر سمجھنے کے ساتھ حضرت معاویہ کو قطعاً باطل پر تسلیم کرنا پڑے گا۔

ع خود اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

قاضی صاحب کی تضاد بیانی

کھلی چٹھی میں بھی راقم نے قضیہ تحکیم کے عنوان سے یہ مضمون مختصراً لکھا تھا اور قاضی صاحب کی بعض تضاد بیانیوں کی نشاندہی کی تھی ان پر تبصرہ فرماتے ہوئے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کو معزول کرنا خلاف قرآن

اس لئے میں نے لکھا ہے کہ سندیلوی صاحب مثل خلفائے ثلاثہؓ کے حضرت علی المرتضیٰ کو بھی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہونا تسلیم کر چکے ہیں اب ان کے لئے یہ نظریہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؓ کو معزول کرنا اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ نص کے بعد اجتہاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

(دفاع حضرت معاویہ ص۲۵)

مگر قاضی صاحب یوں بھی رخ تبدیل کرتے ہیں کہ لیکن نص قرآنی کے مقابلہ میں ان کی اجتہادی خطا ماننے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

(خارجی فتنہ ص۵۹۰)

کیا قاضی صاحب اپنی اس صریح تضاد بیانی میں صورتاً یا حقیقتاً کا کوئی خود ساختہ جوڑ لگا لیں گے؟۔

قاضی صاحب حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو قرآنی نص بھی قرار دیتے ہیں اور قرآنی نص کے مقابلہ میں کبھی اجتہاد جائز مانتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ نص کے بعد اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ تحکیم کے سلسلہ میں قاضی صاحب نے انتہائی مخبوط الحواسی کا ثبوت دیا ہے۔ اس پوری بحث میں اور خصوصاً دفاع معاویہ ص۲۵ کی بحث میں خود ہی سندیلوی صاحب کا نظریہ اپنایا ہے۔ اور خود ہی اس کی تردید کی ہے۔ اب قاضی صاحب کا اس مسئلہ میں فیصلہ کن قول پیش کیا جاتا ہے۔ اور بخوف طوالت اس مسئلہ پر مزید بحث کو چھوڑا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد ان کو معزول کرنا اختلافی اور اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول

کرنا اختلافی اور اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔

(دفاع معاویہ ص۲۴ و ص۲۵)

قاضی صاحب کی علمی خیانت اور بے جا تعصب

دفاع معاویہ ص۲۹ پر خطائے عنادی کو اجتہادی نہیں سکتے کا عنوان لگا قاضی صاحب نے استخلاف یزید کی ایک عبارت سیاق سباق سے کاٹ کر اپنے مطلب کے لئے پیش کی ہے۔ مگر پھر بھی اس سے کام نہ چلا سکے اور ٹھوکر کھا گئے اور یوں ایک علمی خیانت کے بھی مرتکب ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ اس عبارت پر جو کھینچا تانی کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب میں بے جا تعصب ہے۔ مولانا سید لعل شاہ بخاری مدظلہ نے استخلاف یزید ص۱۷۴ تا ص۱۸۰ جمہور اہل سنت کا ایک قول اور ص۱۸۰ تا ص۱۸۹ جمہور اہل سنت کا دوسرا قول نقل فرمانے کے بعد ص۱۸۹ پر ان دونوں قولوں میں ایک حسین تطبیق دی ہے ملاحظہ فرمائیں

اہلسنت کے دونوں اقوال کا مآل ایک ہی ہے۔

اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کر لی جائے کہ محاربین علیؓ واقعتاً باطل تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس قول کا مرجع بھی وہی ہو جاتا ہے۔ جو پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں ہمارے لئے بہت آسان ہے کہ ہم ان عبارتوں کو رد کریں جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں اور اسی نظریہ کو

حق وصواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت علیؓ حق پر تھے۔ اور ان کے محاربین فی الحقیقۃ باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو نہ پا سکے اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(استخلاف یزید ص۱۸۹)

قاضی صاحب نے صرف خط کشیدہ الفاظ ہی نقل فرمائے ہیں اور اس سے قبل کی عبارت محض تعصب کی بنا پر چھوڑ گئے ہیں اور دفاع معاویہ ص۴۵ پر پھر رقم طراز ہیں کہ مولانا لعل شاہ بخاری کی تطبیق صحیح نہیں ہے۔ میں قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں مودبانہ گذارش کروں گا کہ جب آپ بھی خالص علمی مسائل سمجھ نہیں پاتے تو کیوں خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتے ہیں تطبیق صحیح ہے۔ قصور آپ کے عقل وفہم کا ہے۔ آپ نام کے قاضی ہیں کام کے نہیں اگر آپ اسلامی نظام عدل کو ذرا برابر بھی سمجھتے تو پھر آپکو یہ تطبیق صحیح نظر آتی اور بندہ آپ کو قتل عمد اور قتل خطا وغیرہ کی مثال دے کر سمجھا دیتا کہ قتل عمد ہو چاہئے قتل خطا وہ اپنی جگہ قتل تو ہے۔ اب حالات واقعات بتائیں گے کہ وہ قتل قتل عمد ہے یا قتل خطا۔ اسی طرح یہ معاملہ ہے۔ کہ محاربین علیؓ فی الحقیقت تو باطل پر تھے۔ اور انہوں نے امام برحق کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اب حالات واقعات بتائیں گے کہ محاربین کا اجتہاد تھا یا نہیں اور پھر اس مسئلہ میں آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خود ساختہ چکر میں پڑ گئے ہیں۔ اور حضرت معاویہ کے دفاع ناحق کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ پیش کر دیا ہے۔ کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت اور غوایت حقیقی کا صدور ہوا تھا؟۔ یہ قاضی صاحب کی ہٹ دھرمی اور صریح ظلم ہے کہ حضرت

آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کو لا کھڑا کیا۔

راقم نے کھلی چھٹی میں بعض ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا تھا کہ کچھ لوگوں نے روافض کی پیروی میں عدالت صحابہ کا ایک اختراعی عقیدہ وضع کر لیا ہے۔ اور ان کی تقلید میں بعض لوگ صحابہ کو معصوم مانتے ہیں۔ تو اس پر قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو افتراء ہی معلوم ہوتا ہے۔

کیا انبیاء علیہ السلام کے متعلق ایسے حکم صحابہ پر جاری کرنا صحابہ کو معصوم ماننا نہیں تو کیا ہے۔ اور قاضی صاحب بتا سکتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جو نبی ہیں اور حضرت معاویہ (جو بقول قاضی صاحب تیسرے درجہ کے صحابہ ہیں) کی ذات اور ان کے واقعات کی آپس میں کیا نسبت ہے۔ یہ صحابہ کو معصوم ماننے کا عقیدہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔

کیا یہی تحفظ عصمت انبیاء کا تقاضا ہے۔ جس کے آپ دعویدار ہیں۔؟ عبرت عبرت۔ عبرت۔ اور میں نے کھلی چھٹی میں بھی عرض کیا تھا اگر قاضی صاحب حضرت معاویہ کو دور خلافت علیؓ میں بھی عادل ہی تصور کرتے ہیں تو پھر انہیں ص۲۱۱ صفحات کی کتاب (خارجی فتنہ) لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیونکہ سندیلوی صاحب نے اپنی کتاب اظہار حقیقت (ہمارے خیال میں انکار حقیقت) میں اپنا یہی نظریہ باطلہ پیش کیا ہے مگر قاضی صاحب سندیلوی صاحب کو خارجی کہہ رہے ہیں۔ یا للعجب۔

قاضی صاحب کی ذہنی شکست

قاضی صاحب سے جس عبارت کا جواب بن نہیں پاتا اور جب لاجواب ہو کر

عاجز ہو جاتے ہیں تو صحت کتاب کے بارہ میں شک کرنے لگ جاتے ہیں اور اسانی سے یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ یہ کتاب فلاں بزرگ کی ہے ہی نہیں یہ قاضی صاحب کی ذہنی شکست ہے۔ قاضی صاحب حقائق کا انکار کرنا کہاں درست ہے۔

ع جو چاہے آپ کا عقل کرشمہ ساز کرے

راقم ناکارہ نے کھلی چٹھی صـ۶ پر قول فیصل کے نام سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک قول نقل کیا تھا کہ آنجناب (حضرت معاویہ) کے بارہ میں علماء اہلسنت میں اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر اور معتبرین اور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطا اجتہادی کی بنا پر تھیں محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے۔ کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھیں اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں جو تعصب امویہ وقریشیہ میں تھا اس کی وجہ سے یہ حرکات حضرت معاویہ سے وقوع میں آئے جس کا نہایت نتیجہ یہی ہے۔ کہ وہ مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیئے جائیں۔ والفاسق لیس باھل اللعن۔ یعنی فاسق قابل لعن نہیں۔

فتاویٰ عزیزی صـ۳۸

قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ فتاویٰ عزیزی کی مذکورہ زیر بحث عبارت الحاقی سمجھی جائے گی۔ مگر قاضی صاحب اتنے بے خبر اور نادان ہیں اور یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی حضرت معاویہ کے لئے باغی۔ فاسق۔ متغلب اور گناہ کبیرہ کے مرتکب جیسے سنگین الفاظ کا اطلاق کیا ہے۔ اور پھر قاضی صاحب فتاویٰ عزیزی کی چند عبارتیں پیش کر کے

لکھتے ہیں کہ یہ عبارتیں بھی الحاقی ہیں۔ گویا قاضی صاحب پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ کہ میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔ کہ جہاں سے اپنے مطلب کی کوئی عبارت ملے اور جس کتاب سے بھی ملے لے لو اور جہاں اپنے مخصوص نظریئے پر زد پڑتی ہو فوراً انکار کر دو قاضی صاحب! آپ تو قاضی ہیں پھر یہ کہاں کا انصاف ہے۔!

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

قاضی صاحب نے فتاویٰ عزیزی کی بعض عبارتوں کا انکار کر کے اور انہیں الحاقی کہہ کر تاریخ عالم میں کوئی نئی اور عجیب مثال پیش نہیں کی۔ اس سے عجیب تر مثالیں ملتی ہیں۔ اپنے مدعا کے خلاف دلیل کی قوت سے مرعوب ہو کر کسی چیز کی واقعیت سے انکار کر دینا مغلوب الغضب۔ مقہور الحجہ اور مسلوب البصیرۃ ہونے کی علامت ہے۔

کیا حضرت معاویہ عادل ہیں

قاضی صاحب اپنی کتاب دفاع معاویہ صـ۴۲ پر بعنوان حضرت معاویہ عادل ہیں" اس بحث میں قدم رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں تین حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن میں سے دو حوالے مولانا سید حسینؒ احمد مدنیؒ کی کتاب مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت سے نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس میں سوائے مبتدعین نے کسی کے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفیس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی ان کی اللہ تعالیٰ کی تعدیل اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے اور ان کے مختار بنانے سے ثابت ہوتی ہے۔ ان نصوص

اور آیات میں سے ۔ الخ ۔

(بحوالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت) ص

۲۔ محقق امام ابن ہمام حنفی اور علامہ ابی شریف شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ مسائرہ اور اس کی شرح مسامرہ ص۱۳۰ میں فرماتے ہیں ۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوب تزکیہ کا ہے ۔ کہ ان سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثنا اور صفت کی جائے جیسی اللہ تعالیٰ نے کی ہے ۔ اللہ فرماتا ہے جتنی امتیں لوگوں کے لئے بنائی گئی ہیں ۔ ان میں تم سب سے بہتر ہو اور فرماتا ہے ہم نے تم کو امت متوسط بنایا ہے تاکہ لوگوں پر گواہ ہو ۔ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۵۷)

اس کے بعد قاضی صاحب نے بڑی معصومیت سے استعیاب ۔ اسد الغابہ ۔ مرقاۃ ۔ تحریر الاصول اور فواتح الرحموت کا صرف نام پیش کر کے تھ دیا ہے ۔ کہ محدث مدنیؒ شیخ الاسلامؒ نے یہ عبارتیں پیش فرمائی ہیں جن سے صحابہ کرام عادل ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ لیکن بخوف طوالت ہم یہاں ان کو نقل نہیں کرتے ۔ الخ (دفاع معاویہ ص۴۵)

مگر قاضی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں آپ نے بخوف طوالت فواتح الرحموت کی عبارت نہیں چھوڑی بلکہ اپنے ذاتی مخصوص نظریہ کی خاطر چھوڑی ہے ۔ کیونکہ اگر آپ یہ عبارت پیش کر دیتے تو آپ کے اس خود ساختہ نظریئے پر زد پڑتی ہے ۔

ع یارب یہ تیرے سادہ بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری یہ درویشی بھی عیاری

قارئین :۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مودودی صاحب کے خلاف

ایک کتاب مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت لکھی ہے ۔ جس پر عرض حقیقت کے عنوان سے قاضی صاحب نے بڑا طویل مقدمہ تحریر فرمایا ہے اور اس کتاب کے کئی ایڈیشن قاضی صاحب کی زیر نگرانی و سرپرستی تحریک خدام اہل سنت نے ہی شائع کئے ہیں اور قاضی صاحب بزعم خویش مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اور ان کے ترجمان بھی ۔

شیخ الاسلام کا فیصلہ

اب آیئے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اس کا فیصلہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ عادل تھے یا نہیں ۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ ص۱۵۶ میں ہے ۔ واعلم ان عدالۃ الصحابۃ الرخلین فی بیعتہ الرضوان والبدریین کلھم مقطوع العدالت لایلیق لمومن ان یمترأ فیھا بل الذین اسلموا قبل فتح مکۃ ایضا عادلون قطعا داخلون فی المھاجرین والانصار وانما الاشتباہ فی مسلم فتح مکۃ فان بعضھم من المؤلفۃ القلوب وھم والواجب علینا ان نکف عن ذکرھم الا بخیر فافھم ۔

ترجمہ :۔ جاننا چاہئے کہ بیعت الرضوان اور بدر والے صحابہ کرام کی عدالت قطعی ہے ۔ اور کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں کرنا چاہئے ۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بھی قطعی عدالت والے ہیں اور مہاجرین اور انصار میں داخل ہیں ۔ اشتباہ فقط مکہ معظمہ کے فتح ہونے کے وقت میں مسلمان ہونے والوں میں ہے ۔ کیونکہ ان میں مولفۃ القلوب تھے اور وہی خلاف کے محل ہیں مگر ہم پر واجب ہے ۔ کہ ان کے متعلق بھی اپنی زبانوں کو بغیر

ذکر بالخیر کے رد کیں ۔ فافہم ۔ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت) ص ۶۱۸

قاضی صاحب فرمایئے ۔ آپ کے استاذ گرامی و مرشد معظمی فواتح الرحموت کے حوالہ سے کیا فرما رہے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والوں کی عدالت میں اشتباہ ہے ۔ اور حضرت معاویہ جن کے دفاع کے آپ درپے ہیں وہ فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسی بنا پر ان کا شمار مولفۃ القلوب کے اس زمرہ میں ہوتا ہے ۔ جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غنائم حنین سے حصہ عطا فرمایا تھا ۔

(منہاج السنۃ ص ۲۲۰ ص ۲۱۳ ۔ المعارف لابن قتیبہ ص ۲۴۲ و ص ۲۴۹)

اب اگر قاضی صاحب اپنے شیخ و مرشد کی تحقیق پر بھروسہ چھوڑ کر حضرت معاویہؓ قطعاً عادل کہیں تو سو بار ۔ یہ ان کی مرضی ہے ۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فواتح الرحموت کی یہ عبارت لکھ کر یہ نہیں لکھا کہ اس سے مراد صورتاً ہے ۔ نہ کہ حقیقتاً

قول فیصل

اب اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کا فیصلہ کن قول پیش کیا جاتا ہے ۔

امام شافعی سے مروی ہے ۔ کہ انہوں نے ربیع (اپنے شاگرد خاص) کو خفیہ طور پر کہا کہ چار صحابیوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی ۔ وہ چار ۔ معاویہ ۔ عمرو بن عاص مغیرہ اور زیاد ہیں ۔

تاریخ ابو الفداء جلد اول ص ۱۸۶

ممکن ہے ۔ قارئین یہ خیال فرمائیں کہ یہ قول بے سند ہے ۔ اور بصیغہ مجہول بیان کیا گیا ہے ۔ جب کہ یہ خدشہ درست نہیں ہے ۔ امام شافعیؒ کو بھی تشیع اور رفض کا ملزم ٹھہرایا گیا حتیٰ کہ انہیں اس سلسلہ میں باقاعدہ اعلان کرنا پڑا ۔

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

قاضی صاحبؒ کی نادانی و طغیانی

اہل سنت کی کتابوں میں اہل سنت کے شعائر بھی منضبط ہیں جو انہیں باقی فرقوں سے متمیز کرتے ہیں ان میں سے ایک "الاجتناب علی الحکمین" ہے ۔ یعنی کسی شخص معین پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حتمی اور قطعی طور پر حکم کرنا اہل سنت کا شیوہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اس کے خاتمے کا حال اس علام الغیوب کے سوا کسی کو نہیں اور کسی شخص پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم لگانا اللہ جل شانہٗ کا کام ہے ۔ کہ وہ ہر انسان کے انجام سے مطلع ہے ۔ یا اس کا رسول بذریعہ وحی اطلاع پا کر کسی کو جنت کی بشارت دے سکتا ہے ۔ یا کسی کو جہنمی ہونے کی خبر دے سکتا ہے ۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ بموافق احکام شرع مسلمانوں کا سا معاملہ کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسلمانوں کے لئے جنت کے امیدوار ہیں اور جنت کی دعا کرتے ہیں لیکن کسی کو قطعی طور پر جنتی نہیں کہہ سکتے جب تک اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنتی نہ کہا ہو ۔

اور قاضی صاحب چونکہ پیری مریدی بھی کرتے ہیں اس لئے شائد کچھ علم غیب جاننے کا بھی دعویٰ رکھتے ہوں ارقام فرماتے ہیں کہ ہر صحابی کی وفات کامل ایمان پر ہوئی ہے اور ہر ہر صحابی سیدھے جنت میں جائیں گے ۔

دفاع معاویہ ص ۵۱

قاضی صاحب کو خادم اہلسنت پر اتنا ناز ہے ۔ تو امام ابو حنیفہؒ نے اہلسنت کے جو شعائر بتلائے ہیں ان سے غافل ہیں ۔ کاش کہ وہ پڑھ لیتے اور بھولو کر نہ

کھاتے۔ ع نہ ہوتیں یوں رسوائیاں نہ کھلتے راز سربستہ

قاضی صاحب کا فرار

میں نے کھلی چٹھی صـ۱۳ زیر عنوان حضرت علیؓ نے قرآنی حکم پر عمل کیا لکھا تھا کہ باغی کے لیئے قرآن مجید میں جو صریح حکم موجود ہیں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اس پر عمل کیا اور فقہاء کرام نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہم نے باغیوں کے متعلق احکام جناب علی المرتضیٰؓ کے اس عمل سے اخذ کئے ہیں۔

اور قاضی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ صـ۵۵۷ پر مستقل عنوان قائم کیا ہے کہ حضرت علیؓ کا طریقۂ عمل خوارج اور باغیوں کے احکام کا ماخذ ہے۔ اور قاضی صاحب نے مولانا بخاری مدظلہم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اگر حضرت علی المرتضیٰؓ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ کا اختلاف عناد و نفسانیت پر مبنی ہوتا تو آپ ثالثوں کی تحکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیئے تو قرآن مجید میں صریح حکم مذکور ہے۔ کہ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الیٰ امر اللہ (پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے

خارجی فتنہ صـ۴۳۷

یعنی اگر حضرت معاویہ حقیقتاً باغی ہوتے تو حضرت علی المرتضیٰؓ قرآنی حکم پر عمل کرتے مگر اپنی اس مذکورہ کتاب میں سندیلوی صاحب کا رد کرتے کرتے قاضی صاحب یوں بھی رخ تبدیل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اور قاضی صاحب کی بصیرت کی داد دیں حضرت علی المرتضیٰؓ نے خدا کی دی ہوئی خلافت موعودہ کے تحفظ کے لئے

حضرت معاویہ کو بیعت کی دعوت دی لیکن جب انہوں نے بجائے اطاعت کے الٹا آپ کے معزول ہونے اور دوبارہ انتخاب ہونے کا مطالبہ کیا تو حضرت علیؓ نے قرآن کے حکم فقاتلوا التی تبغی پر عمل کیا یعنی امام کے خلاف جو بغاوت کرنے والے ہیں۔ ان سے رجوع الی الحق ہونے تک قتال کرو۔

خارجی فتنہ صـ۵۶۰

قاضی صاحب نے اپنی صریح تضاد بیانی اور دورخی پالیسی پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور خواہ مخواہ کھینچا تانی کی ہے۔ اور درمیان میں کسی شیعہ مولوی کو بھی گھسیڑ لائے ہیں۔ تاکہ قارئین کے ذہن کو کسی دوسری طرف منتقل کر دیا جائے اور تین چار صفحات کی غیر ضروری اور لایعنی بحث کے بعد میرے اعتراض کا جواب بالکل نہیں دیا اور نہ ہی اپنی اس تضاد بیانی کی کوئی توجیہہ پیش کی بلکہ الٹا شیخی بگھارتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

اگر مولوی مہر حسین شاہ صاحب اس علمی بحث کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو پھر اس میں کیوں دخل دیتے ہیں خواہ مخواہ پانچواں سوار بننے سے کیا حاصل۔

دفاع معاویہ صـ۵۸

میں قاضی صاحب کی خدمت میں اس کے کیا سوا کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ

ع وہ چشم مست کتنی خبردار تھی عدمؔ
خود ہوش میں رہی ہمیں بدنام کر دیا

کیا حضرت معاویہ مجتہد تھے

بنو امیہ کے حامی [illegible] اور ہر ہر خلاف سنت عمل کو اجتہاد

تعبیر کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا مثلاً امام برحق جناب علی المرتضیٰؓ سے بغاوت کی جبکہ بقول قاضی صاحب نص قرآنی حضرت علیؓ کی پیروی حضرت معاویہ پر لازم تھی۔ (خارجی فتنہ ص۴۷۶ ص۵۴۸ ص۵۳۱ ص۵۵۸) اور جناب علی المرتضیٰؓ پر برسر منبر سب وشتم کی قبیح رسم جاری کی جو کم از کم نوے سال جاری رہی۔ بیت المال کے استعمال میں ناروا تصرف کیا۔ سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر زیادہ لفظ نا تحقیق کو اپنا بھائی بنایا۔ شرفاء صحابہ کو چھوڑ کر اپنے زانی اور شرابی بیٹے کو امت پر مسلط کیا۔ اپنے گورنروں اور عمالوں سے عدم مواخذہ نے اسلامی قوانین کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں یہ واقعات اور حقائق ہیں[1] جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور ناصبی بھی انکار نہیں کر سکتے اپنی حقائق کی پردہ پوشی کے لئے اجتہاد اجتہاد کی رٹ لگا رکھی ہے۔

قاضی صاحب کو سمجھ لینا چاہئے کہ خطائے اجتہادی کسے کہتے ہیں۔ جس میں مجتہد کسی مستقل امر متنازعہ فیہ میں کلام الٰہی اور حدیث نبوی میں بلاشائبہ لفسانیت پورے طور پر غور خوص کے بعد تمام مالہ وما علیہ کی تحقیقات کر کے نیک نیتی سے کوئی قائم کرے اور اگر وہ رائے غلط ہو جائے تو مجتہد کی غلطی کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور خطائے اجتہادی کے لئے درج ذیل شرائط کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ غلطی کرنے والا مجتہد ہو۔

۲۔ رائے قائم کرنے میں شائبہ لفسانیت کا دخل نہ ہو۔

---

[1] ان حقائق کی تفصیلات آگے مفصل طور پر آ رہی ہے

۳۔ یہ رائے قرآن حکیم اور حدیث نبوی سے ماخوذ ہو۔

خطائے اجتہادی کے لئے یہ تینوں چیزیں لازمی ہیں اب ہم حضرت معاویہ سے وقوع میں آنے والی غلطیوں پر نظر ڈالتے ہیں کہ وہ اس تعریف کی ذیل میں آتی ہیں یا نہیں۔

مثال کے طور پر جناب علی المرتضیٰؓ کی قرآنی موعودہ خلافت کے خلاف بغاوت ہی کو لیں

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں۔ کہ

آنجناب (حضرت معاویہ) کے بارہ میں علماء اہل سنت میں اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر اور مفسرین اور فقہا کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطا اجتہادی کی بنا پر تھیں محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے۔ کہ یہ حرکات شائبہ لفسانی سے خالی نہ تھیں۔

الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ص۳۸۰)

۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ دور خلافت علیؓ میں مجتہد نہیں تھے یہاں یہ بھی یاد رہے۔ کہ قاضی صاحب نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ کہ میں نے شاہ عبدالعزیز کی پوری عبارت نقل نہیں کی پھر قاضی صاحب نے پوری عبادت نقل کی ہے مگر قاضی کو یہ پوری عبارت بھی نفع نہ دے سکی کیونکہ کیونکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جس اجتہاد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ آخیر عمر میں نہ کے بوقت خلافت جناب علی المرتضیٰؓ

۳۔ اور جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت نص قرآنی اور احادیث صحیحہ ثابت ہے۔ اور قاضی صاحب حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت خلافت موعودہ مانتے ہیں۔ اور قادر مطلق کا مقرر کردہ

خلیفۂ موعود تسلیم کرتے ہیں۔ (خارجی فتنہ ص ۴۶۰)

اور جب یہ تینوں شرائط مفقود ہیں تو پھر اجتہادی غلطی کیسی۔؟

ہر غلطی اور ہر خطا پر اجتہادی غلطی اور اجتہادی خطا کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور جناب علی المرتضیٰ کی خلافت نص قرآن سے ثابت ہے۔ تو اس موعودہ خلافت سے انحراف و بغاوت کو اجتہاد کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

اِنّہٗ فقیہٌ کی حقیقت

صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳۱ پر صرف ایک جملہ باب ذکر معاویہؓ میں اِنّہٗ فقیہٌ مذکور ہے۔ ناصبی اس جملہ کو پڑھ کر پھولے نہیں سماتے اور رٹ لگا رکھی ہے کہ بخاری شریف میں لکھا ہے۔ کہ حضرت معاویہ مجتہد ہیں۔ دیکھو اِنّہٗ فقیہٌ۔

اب آئیے اِنّہٗ فقیہٌ کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معاویہ سنت نبویؐ اور تعامل صحابہؓ سے الگ اپنی ذاتی رائے کی بنا پر ایک وتر پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ معاویہؓ ایک وتر کیوں پڑھتے ہیں تو انہوں نے مارے خوف کے فرمایا اِنّہٗ فقیہٌ کہ وہ مجتہد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اپنے خواص کی مجلس میں جب پھر کسی نے پوچھا اور آپ کے قول اِنّہٗ فقیہٌ کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا من این تسرے اخذھا الحمار۔ یعنی وہ تو ایک گدھا ہے۔

(شرح معانی الآثار از امام طحاویؒ باب الوتر ص ۱۷۱)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ امام طحاویؒ فقہاء احناف میں بہت بلند پایہ حیثیت کے مالک ہیں۔ اور ان کی کتاب شرح معانی الآثار المعروف طحاوی

شریف بھی باقاعدہ درس نظامی میں شامل درس ہے۔

بس یہ اِنّہٗ فقیہٌ کی حقیقت ہے۔ جس پر ناصبی پھولے نہیں سماتے امید ہے اس گواہی سے نواصب کو آرام آجائے گا۔ امام طحاویؒ کی ہی تیار کردہ ایک خوراک مزید استعمال کرنی پڑے گی۔

حضرت معاویہؓ اور قرآن

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب الوفا ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول میں ایک حدیث ہے۔ جس کے راوی عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیت اللہ میں بیٹھے تھے جبکہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں جمع کر کے ایک خطاب فرمایا اس خطاب میں آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آئندہ آنے والے متعدد فتنوں کی پیشگوئی کرتے ہوئے آخر میں فرمایا۔

ومن بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع فان جاء اٰخر ینازعہ فاضربوا عنق الاٰخر فدنوت منہ فقلت انشدک اللہ اٰنت سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فاھوی الی اذنیہ وقلبہ بیدیہ وقال سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی فقلت لہ ھذا ابن عمک معاویۃ یامرنا ان نأکل اموالنا بیننا بالباطل ونقتل انفسنا، واللہ یقول: یا ایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ

بکم رجیما فسکت مناعتہ ثم قال اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ۔

(صحیح مسلم ج ص ۱۲۶)

ترجمہ:۔ جس شخص نے ایک امام کی بیعت کی اور دل وجان سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اسے چاہئے کہ وہ اس امام کی حتی الامکان اطاعت کرے پھر اگر دوسرا امامت کا دعویدار بنے تو دوسرے کو مارو عبدالرحمٰن راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضرت عبداللہ سے قریب ہو کر پوچھا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔؟ پس انہوں نے اپنے کانوں کی طرف اور اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے دونوں کانوں نے یہ بات سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا پھر میں نے (راوی نے) حضرت عبداللہ سے کہا کہ آپ کے یہ عم زاد معاویہ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں اپنے مال باطل طریقے پر کھائیں اور اپنے (مسلمان بھائیوں) کو قتل کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! مت کھاؤ اپنے مال آپس میں باطل طریقہ پر الا یہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارتی لین دین ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو یقیناً تم پر اللہ مہربان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ میری بات پر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اللہ کی اطاعت کے تحت معاویہ کی اطاعت کرو اور جب اس کی اطاعت کا مطلب اللہ کی نافرمانی ہو تو معاویہ کا حکم نہ مانو۔

شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث کی تاویل کی ہے۔ لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ مولانا خلیل احمدؒ نے بھی اس تاویل کو غلط ٹھہرایا ہے ملاحظہ ہو

(بذل المجہود ج ۵ ص ۹۱)

یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ سنن ابی داؤد کتاب الفتن میں بھی موجود ہے۔ اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے ابی داؤد کی شرح بذل المجہود میں نقل کر کے امام نووی نے شرح مسلم شریف میں جو تاویل کی ہے اس کی تضعیف کی ہے بہرحال اس روایت کا مضمون صاف بتا رہا ہے۔ کہ اس میں پہلے امام اور دوسرے مدعی ومنازع کا ذکر جس انداز میں ہے۔ اس کا اطلاق حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت معاویہ نے امام برحق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلاف جو منازعت ومحاربت کی روش اختیار کی لوگوں کی جان ومال پر خود یا اپنے لشکریوں اور عاملوں کے ذریعے سے تعدی کی اس کے لئے جو ذرائع ووسائل استعمال کئے یہ سب کارروائیاں ناجائز تھیں جن کی ذمہ داری حضرت معاویہ پر عائد ہوتی تھی

امام نوویؒ نے اسی حدیث کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ خلیفہ اول کی موجودگی میں دوسرے کی اس سے منازعت حرام ہے۔ اور دوسرا لائق قتل ہے۔ تو اس بات کا قائل ہو گیا کہ وصف معاویہ میں موجود ہے۔ کیونکہ وہ حضرت علیؓ سے نزاع کر رہے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ کی بیعت پہلے منعقد ہو چکی ہے۔ پس راوی عبدالرحمٰن کی رائے یہ ہوئی کہ حضرت معاویہ نے حضرت علیؓ کے خلاف جنگ اور منازعت ومقاتلت میں اپنے فوجیوں اور پیروکاروں پر جو کچھ خرچ کیا وہ اکل المال بالباطل اور قتل نفس ہے۔ اور حضرت عبداللہ نے بھی تردید نہیں فرمائی اور اپنے دعویٰ کو مقید کر دیا اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ ورنہ وہ صاف کہہ سکتے تھے کہ حضرت معاویہ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔

تم غلط سمجھ رہے ہو یہ تو ایک اجتہادی اختلاف ہے۔ اس لئے اس پر قتل نفس اور اکل بالباطل کی تعریف صادق نہیں آتی۔

حضرت معاویہ اور حدیث:۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

المتوفی ۳۴ھ نے ایک موقع پر یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا (کیونکہ اس میں ربوا آتا ہے۔ کیونکہ جنس ایک ہے۔) اس پر ایک صاحب (حضرت معاویہ) بولے کہ اس بیع کو کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ حضرت عبادہؓ نے فرمایا کہ میں تجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو کہتا ہے۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں! بخدا میں اور تو ایک چھت کے نیچے اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

(دارمی ص ۶۳)

حضرت عبادہؓ روم کی سرزمین میں حضرت معاویہ کے ماتحت جہاد میں مصروف تھے اور ان کے مقابل میں قائل خود حضرت معاویہ تھے پھر جب حضرت عبادہؓ ناراض ہو کر مدینہ واپس چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ تفصیل بتائی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہ کو خط لکھا کہ بات وہی ہے جو حضرت عبادہ کہتے ہیں

(ابن ماجہ ص ۳ استیعاب ج ص الابن عبدالبر وقرۃ العینین ص ۵۶ شوق حدیث ص ۱۸۳)

اس پر فقہاء احناف کے سرخیل امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔ فقال الا ان معاویۃ اشتری الربا واکلہ الا انہ فی النار الی حلقہ۔

(شرح معانی الآثار کتاب الصرف ص ۲۳۸)

ترجمہ: یعنی خبردار تحقیق معاویہ نے خریدا ربوا کو کھایا خبردار معاویہ آگ میں ہے۔ گردن تک کیا قاضی صاحب حضرت معاویہ کے اس خلاف قرآن اور انکار حدیث کے عمل میں صورتاً اور حقیقتاً کا خود ساختہ ٹانکہ لگا کر اجتہاد کی کوئی گنجائش پیدا کر سکیں گے۔؟

قاضی صاحب سمجھ لیں کہ بہت سے فقہاء نے حضرت معاویہ کی غلطیوں کو بدعت اور احداث فی الاسلام قرار دیا ہے۔ اجتہادی غلطی شمار نہیں کیا۔

ایک شبہ

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ تو نا جیوں کا شیوہ ہے کہ جہاں کہیں سے کوئی ٹوٹی پھوٹی اور گری پڑی روایت بھی جس سے منقبت معاویہ ظاہر ہوتی ہو بلا تحقیق چوم کر اٹھا لیتے ہیں اکثر علماء اہل سنت نے بھی ان اقوال کو نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک عبداللہ ابن مبارک کا قول بہت مشہور ہے۔ کہ انہوں نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی (شرف صحابیت) کی تشریح اس طرح کی ہے۔ کہ

حضرت معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں شریک جہاد ہوئے اس گھوڑے کی ناپ سے اڑ کر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا ہے وہ بدرجہا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہتر ہے۔

(تطہیر الجنان ص ۱۰ ناہیہ عن ذم معاویہ ص ۱۱ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹)

تطہیر الجنان اور ناہیہ عن ذم معاویہ تو خالص حضرت معاویہ کے دفاع میں ہیں اور ان میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور البدایہ والنہایہ میں بھی مناقب بنو امیہ ہی بیان کئے گئے ہیں۔ اول تو اس لحاظ سے یہ قول قابل قبول نہیں اور اگر اس قول کو مان بھی لیا جائے تو عبداللہ بن مبارک کے قول سے حضرت معاویہؓ کی کوئی فضیلت قطعاً ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو جہاد کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منقبت ظاہر ہو رہی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی بلند و بالا اور ارفع شان ہے کہ حضرت معاویہؓ جیسے مولفۃ القلوب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کریں تو اس جہاد کی بھی

اتنی فضیلت ہو جاتی ہے۔ کہ راستے کا غبار جو گھوڑے کے نتھنوں میں پڑے تو وہ بعد کے آنے والے لوگوں سے افضل ہے۔

اور اگر بقول نام نہاد سنیوں کے یہ قول منقبت معاویہ ہی ہے تو یہ عبداللہ ابن مبارک کی ذاتی عقیدت ہے نہ کہ کوئی شرعی حجت کہ پوری امت پر لازم ہے

قاضی صاحب نے عبداللہ بن مبارک کا قول پیش کر کے لکھا ہے۔ کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت امیر معاویہ کے لئے جلیل القدر کے الفاظ استعمال کرنے سے بھی چڑتے ہیں آپ کو مجتہد اور عادل بھی نہیں مانتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر معائب تلاش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بغض معاویہ کا کوئی مادہ گھسا ہوا ہے۔ اور یہ ایک خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔

(دفاع معاویہ ص ۶۶)

میں نے بصراحت یہ بات لکھ دی ہے۔ کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت معاویہؓ کو جلیل القدر نہیں مانتے ہیں نے بانی دارالعلوم دیوبند کی پیروی کی ہے۔ اور مجتہد اور عادل ہونے کی بحث بھی آپ ابھی پڑھ چکے ہیں قاضی صاحب کو یقین کر لینا چاہئے کہ ہمارے دل میں بغض کی کوئی بیماری نہیں ہے۔ بلکہ جس بات کو اکابرین دیوبند کی تحریرات کی روشنی میں حق سمجھا ہے۔ اس کا برملا اظہار کر دیا ہے۔ ہم دوسروں کی مکھی پر مکھی مارنے کے عادی نہیں ہیں۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ قاضی صاحب کے دل میں بغض اہل بیت کی بیماری ہے۔ جس کو چھپانے کی خاطر انہوں نے خارجی فتنہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی یہ بیماری ان کی زبان اور قلم سے چھلک رہا ہے۔

ع لاکھ چھپایا پر یہ محبت چھپ نہ سکی
انکھوں نے رو کے درد کا اظہار کر دیا

اس پر ہمارے پاس شواہد موجود ہیں اور انشاء اللہ اسی کتاب میں مستقل عنوان کے تحت آگے آ رہے ہیں۔

قاضی صاحب کی ناسمجھی

قاضی صاحب اتنے نادان اور ناسمجھ ہیں کہ راقم نے کھلی چٹھی ص ۱۸ میں عدالت صحابہؓ کے بارہ میں جو عبارت پیش کی تھی کہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگوں نے روافض کی پیروی میں عدالت صحابہ کا ایک اختراعی عقیدہ وضع کر لیا ہے بلکہ روافض کے بھی کان کرتے ہیں۔ روافض آئمہ اہل بیت اطہار علیہ وعلی آبائہ السلام کو معصوم مانتے ہیں ان کی تقلید میں بعض لوگ صحابہ کو معصوم مانتے ہیں۔

اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے قاضی صاحب نے دفاع معاویہ کتاب کے ص ۶۷ پر اہلسنت پر افترار کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے۔ کہ افسوس ہے کہ شاہ صاحب موصوف نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ اہلسنت میں کون لوگ صحابہ کرامؓ کو معصوم مانتے ہیں اور یہ تو افترا ہی معلوم ہوتا ہے۔

(دفاع معاویہ ص ۶۷)

قاضی صاحب اتنے نادان ہیں کہ حضرت معاویہ کے متعلق ہی اگر کوئی جملہ عدالت کے بارہ میں اکابرین کی تحریرات سے نقل کر دیا جائے تو قاضی صاحب فوری طور پر انبیاء علیہم السلام کی بحث کو درمیان میں لے آتے ہیں مثلاً دفاع معاویہ ص ۴۶ جنگ صفین میں محاربین علیؓ کی وکالت کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں آخر حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت اور غوایت حقیقی کا صدور ہوا تھا۔

اور کسی صحابی کی طرف کسی غلطی کی نسبت کو قاضی صاحب تشیع قرار دیتے ہیں اور آخر طور پر ہر غلطی کو اجتہادی غلطی قرار دیتے ہیں کہ اس پر ثواب بھی ملتا ہے تو یہ معصومیت صحابہؓ کا عقیدہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ میں نے اس عبارت میں اہل سنت کا الفاظ استعمال نہیں کیا ہے۔ بلکہ کچھ لوگوں کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے میری مراد سنی ناصبی ہیں جو حضرت معاویہ وغیرہ حضرات کی طرف کسی بھی غلطی کو رفض و تشیع قرار دیتے ہیں یا اسے دوسری سنت کا نام دیتے ہیں۔

قاضی صاحب کا بغض اہلبیت

دفاع معاویہ نامی کتاب میں جا بجا قاضی صاحب کا بغض اہل بیت نظر آتا ہے۔ اور وہ اس بیماری کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں اور نوک قلم پر ایسی باتیں آجاتی ہیں جن سے یہ اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں مثلاً۔ راقم ناکارہ نے عدالت صحابہ کی بحث میں کھلی چٹھی میں لکھا تھا کہ عصمت چونکہ انبیا علیہم السلام کا خاصہ ہے لہذا اہل سنت والجماعت انبیاء علیہم السلام کے ماسوا کسی دوسرے انسان کے لیے عصمت کے قائل نہیں تو اس لئے ماننا پڑے گا کہ تمام صحابہؓ عام زندگی میں معصوم نہیں تھے بلکہ بعض صحابہ سے بعض اوقات بتقاضائے بشریت بعض گناہوں کا صدور بھی ہوا بلکہ حدود و قصاص اور کفارات کی آیات قرآنی کے اولین شئون نزول اور اولین مخاطبین صحابہ ہی ہیں۔ کتب حدیث میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریم خمر کے بعد بھی بعض صحابہ نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا تھا اور اسی طرح عہد حیات النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرقہ کے واقعات بھی رونما ہوئے اور صحیح بخاری میں حضرت ماعزؓ کا واقعہ مذکور ہے۔ کہ انہوں نے دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا اور رجم کئے گئے اس شراب نوشی چوری زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم قذف محصنہ ہے۔ اور بعض جلیل القدر صحابہؓ اس کی لپیٹ میں آگئے اور ان پر حد جاری کی گئی۔

(کھلی چٹھی ص ۲۰)

اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے قاضی صاحب کسی شیعہ مولوی ڈھکو صاحب کو بھی گھسیٹ لائے ہیں اور پھر مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی مسلمانوں کے سامنے صحابہؓ کرام کا یہی نقشہ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ باقی رہا ڈھکو صاحب کا تبصرہ تو اس کا تفصیلی جواب انشاء اللہ تعالیٰ مستقل کتاب میں دیا جائیگا یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ امام الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ ان کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمہ الزہراؓ نے کیا پیش کیا ہے جو شیعوں کے نزدیک معصومہ ہیں۔ الخ

(دفاع معاویہ ص ۴۳-۴۴)

کیا قاضی صاحب بھی مسلمانوں کے سامنے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ النساء جناب فاطمۃ الزہرہ علیہا السلام کا یہی نقشہ شیعہ روایتوں پر بھروسہ کر کے پیش کرنا چاہتے ہیں۔؟

یہ بغض اہلبیت نہیں تو اور کیا ہے۔؟ امید ہے قاضی صاحب جواب دیں گے کہ میں نے ڈھکو صاحب کو الزاماً جواب دیا ہے۔

اور کیا قاضی صاحب کی شوخی تحریر جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب فاطمہ الزہرہؓ کی توہین نہیں۔؟

قاضی صاحب کا بُغضِ علیؓ

قاضی صاحب کی کتابوں میں کئی مقامات میں ایسا مواد موجود ہے۔ جن سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے۔ کہ قاضی صاحب کا دل اہلبیت نبویؐ کی طرف سے صاف نہیں ہے مثلاً دفاع معاویہ میں شیعہ روایتوں پر اعتماد کر کے طنزیہ طور پر لکھتے ہیں اب ڈھکو صاحب (کوئی شیعہ مولوی ہیں) ہی بتائیں کہ جب آپ کے نزدیک حضرت فاطمہ الزہراؓ معصومہ ہیں اور گھر کی بھیدی ہیں ان سے زیادہ حضرت علیؓ کو کون پہچان سکتا ہے لیکن انہوں نے برملا حضرت علی المرتضیٰ کو نامرد۔ بھگوڑے اور دشمنوں کے خوف سے چھپ جانے والا قرار دیا ہے۔ اور معصومہ کا قول ڈھکو صاحب کے نزدیک یقیناً صحیح ہوگا تو کیا ڈھکو صاحب یہ نتیجہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے بلکہ آپ کے ہمزورہ ایسے صحابی تھے۔؟

(دفاع معاویہ ص۷۴)

کیا قاضی صاحب کی اس طرز تحریر سے حضرت علی کی توہین کا پہلو نہیں نکلتا اور قاضی صاحب اپنی بغض علیؓ کی بیماری کو چھپانے کے لئے ناصبیوں کی خرافات کو رو دیتے ہیں۔ مگر یہ جاننے سے قاصر ہیں۔ کہ ناصبیوں کو مولو کون فراہم کر رہا ہے

قاضی صاحب اپنی کتاب "بشارت الدارین" میں اپنے بغض علیؓ کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ لیکن اگر حضرت علی المرتضیٰ کے ایک جلیل القدر صحابی اور برحق ہونے کے مقام کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور جس ذہنیت کے تحت روافض حضرت امیر معاویہؓ اور فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاص وغیرہ صحابہ کرام کو طعن و ملامت کا نشانہ بناتے

ہیں اسی کے تحت حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کی جائے تو جس امر کو مودودی صاحب نے صرف ایک غلط کام قرار دیا ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کا بہت بڑا موجب بن سکتا ہے۔ کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ کے نزدیک قاتلان عثمانؓ ملعون و مردود ہیں جیسا کہ آپ نے حضرت طلحہ سے فرمایا ہے۔ تو پھر بجائے اس کے حسب وعدہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے قاتلوں سے قصاص لیں۔ اور ان کی قوت و شوکت کو توڑنے کی کوشش کریں ان کو گورنری جیسے بڑے بڑے مناصب ملکی عطا فرما رہے ہیں یہ کیا پالیسی ہے۔؟

اس سے تو بظاہر اس شبہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں آپ کا بھی ہاتھ تھا اور اسی طرح کے وجوہات ــــ کی بنا پر خوارج حضرت علی کے بدترین مخالف بن گئے اور آج بھی اس ذہن کے لوگ موجود ہیں۔ الخ

(بشارت الدارین ص۱۹۱)

ص۱ یہ قاضی صاحب کی نری غلط فہمی اور کم علمی ہے۔ خوارج اس وجہ سے نہیں بلکہ صفین میں عمرو بن العاص کی سیاسی چال کی وجہ سے حضرت علیؓ کے مخالف ہوئے تھے کہ جنگ بند نہ کی جائے اور تحکیم قبول نہ کی جائے۔

اور قاضی صاحب خوارج اور نواصب میں فرق بھی نہیں سمجھتے نواصب ہی کو خوارج بھی کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں جدا جدا فرقے ہیں۔

(مہر حسین بخاری)

ایک اور مقام پر بھی قاضی صاحب بغض علیؓ کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

یہ بھی عجیب فلسفہ امامت و خلافت ہے۔ کہ جس نے غزوہ تبوک کی تکمیل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسی نے ہرقل شاہ روم کے لشکروں کو شکست دی

جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آنا چاہتا تھا وہ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا صحیح جانشین اور امت کا امام اول نہ تسلیم کیا جائے بلکہ اس کے ایمان میں بھی شک کیا جائے لیکن جس نے ۲۴ سالہ خلافت ثلاثہ کے بعد اپنے دور خلافت میں بھی ملک کفر میں سے کچھ بھی نہ فتح کیا ہو اور بزم شیعہ اپنی خلافت بلافصل بھی چھنوالی ہو تو ایسا شخص خواہ انفرادی علم و عمل اور زہد تقویٰ میں کتنا ہی عظیم سمجھا جائے۔ رحمۃ اللعالمین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اول او خلیفہ بلافصل کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

(بشارت الدارین ص۳۷۶)

قاضی صاحب کی مندرجہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بھی بغض علیؓ کا کوئی مادہ گھسا ہوا ہے۔ جس سے انہیں صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے

بغضِ علی کا وبال

(۱) قال علیؓ والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھدی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص۶۰)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور جان کو پیدا کیا نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن اور نہیں بغض رکھے گا مجھ سے مگر منافق۔ ایک اور حدیث میں ہے

۲۔ حُبُّ علی آیۃ ایمان وبغض علی آیۃ نفاق (الحدیث)

(از شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) علیؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور بغض علی نفاق کی علامت ہے اور قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت کے دن ولائت علیؓ کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔ وقفوھم انھم مسئولون

(منصب امامت ص۱۲۲ الصواعق المحرقہ ص)

از شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

قاضی صاحب کا بغضِ امام حسنؓ

قاضی صاحب نے اپنی کتاب دفاع معاویہ میں جابجا سید شباب اہل الجنۃ ریحانہ رسولؐ جگر گوشہ بتولؓ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بارہ میں جس طنزیہ انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیا۔ کروڑوں روپے وظیفہ لیا۔ قاضی صاحب اتنی وضاحت ضرور فرمائیں کہ بیت المال مسلمانوں کا تھا؟ یا حضرت معاویہ کا ذاتی؟ پھر قاضی صاحب الاصابہ کا حوالہ پیش کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضرت حسنؓ کے لیے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کئے اور اس کے بعد حضرت حسن دس سال زندہ رہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ اس دس سال کے عرصہ میں حضرت امام حسنؓ نے حضرت معاویہ سے کتنا مال حاصل کیا۔

(دفاع معاویہ ص۱۰۵)

قاضی صاحب کا امام حسنؓ پر افتراء

قاضی صاحب لا اشبع اللہ بطنہ کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام حسنؓ

کے متعلق اپنے بغض کا اظہار بذریعہ افتراء یوں کرتے ہیں کہ اگر حضرت معاویہ ایسے ہی بسیار خور تھے تو ان کے دسترخوان سے حضرت امام حسنؓ وغیرہ حضرات نے کیوں لطف اٹھایا۔ اور لاکھوں کروڑوں روپے ان سے بطور عطایا و وظائف کیوں لیتے رہے۔

(دفاع معاویہ صفحہ ۱۳۷)

یہ قاضی صاحب کا امام حسنؓ پر نرا ہی افترا ہے۔ کہ وہ معاویہ کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوتے تھے اور پھر قاضی صاحب نے جس شوخی تحریر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس سے بھی بغض کا اظہار ہوتا ہے۔

قاضی صاحب کا بے جا تعصب

قاضی صاحب نے ایک ضعیف قول پر بھروسہ کر کے لکھ دیا ہے کہ حضرت حسن نے امیر معاویہ سے دس سال تک کروڑوں روپے وظائف حاصل کئے ہیں قاضی صاحب کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یا تو قاضی صاحب تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں اور اپنے سطحی مطالعہ ناقص علم و بصیرت اور کم فہمی کی وجہ سے یوں لکھا ہے۔ یا پھر حساب میں بڑے ماہر ہیں اور بکر کے فقیر ہیں اور سوچے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جبکہ صحیح قول اور تحقیق کے مطابق حضرت معاویہ نے ۴۱ھ میں عنان حکومت ہاتھ میں لی اور ۴۴ھ میں اپنے بیٹے یزید پلید علیہ اللعنۃ کو ولی عہد نامزد کیا اور یہ ایک تاریخی مسلّم اور حقیقت ہے کہ یزید پلید کی ولی عہدی کی تحریک حضرت امام حسن کی شہادت

کے بعد چلائی گئی تو ۴۱ھ تا ۴۴ھ کا درمیانی عرصہ قاضی صاحب کی نظر میں دس سال بنتا ہے۔

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا عقل کرشمہ ساز کرے

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قاضی صاحب نے ناصبیوں کی تقلید میں حضرت معاویہ کی عدالت و شرافت ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے کہ حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے دس سال کے عرصہ میں کروڑوں درہم وصول کئے ہیں اور وہ بھی اس بیت المال سے جس کے متعلق حضرت مولانا لعل شاہ صاحب اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب دونوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ اس کا تصرف ناجائز طور پر کرتے تھے پھر حضرت حسن کی شرعی پوزیشن کیا رہے گی۔ الخ۔

(دفاع معاویہ صفحہ ۱۰۷)

حضرت معاویہ بیت المال کا استعمال جائز کرتے تھے یا ناجائز اسکی بحث تو انشاء اللہ العزیز مستقل طور پر آگئے اپنے مقام پر آرہی ہے سردست قارئین کو یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کے بیت المال سے وظیفہ لینے سے بیت المال کے استعمال کے جائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یا نہیں اور اس سے حضرت معاویہؓ کی شرافت و عدالت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

حافظ ابو عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ نہایت صاحب

تحقیق محدث ہیں اور ان کی کتاب الاموال اسلامی مخارج اور محاصل پر ایک مستند دستاویز شمار ہوتی ہے۔ اس میں ایک مستقل باب ہے۔ دفعہ الصدقتہ الی الامراء واختلاف العلماء فی ذالک اور اس باب کی متعدد روایات اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ اور پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں بیت المال کے مصارف میں کچھ ایسا تغیر پیدا ہو چکا تھا کہ صحابہؓ کو شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسے حالات میں ہم زکواۃ بیت المال میں جمع کرا سکتے ہیں یا نہیں۔

اور اسی طرح بعض مستند کتب میں یہ روایات بھی ملتی ہیں کہ حکومت کے خزانہ میں حرام اور حلال دونوں طرح کا مال جمع ہو جاتے تو اس وقت بادشاہوں کی طرف سے کئے گئے عطیات کا حکم ہے۔ اور آیا ان کا قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

اور اسی طرح ابو ہریرہؓ ابو سعید خدریؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو ایوب الانصاریؓ۔ جریر ابن عبداللہ حضرت جابرؓ اور حضرت انس ابن مالکؓ وغیرہ حضرات صحابہ نے مروان اور یزید بن عبدالملک سے وظائف قبول کئے

(احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۱۳۵)

حضرت ابو ایوبؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ تو حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں وفات پا گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں صحابہؓ میں اخذ عطایا کے بارہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اسی طرح جہاد کے بارہ میں بھی صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ ایسے حکمرانوں کی ماتحتی میں جہاد ہو سکتا ہے یا نہیں۔

چنانچہ فقہاء حنفیہ میں سے ایک ممتاز شخصیت امام ابو بکر جصاص رازیؒ

ارقام فرماتے ہیں وقد کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزون بعد الخلفاء الاربعۃ مع الامراء الفساق وغزا ابو ایوب الانصاری مع یزید اللعین۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب خلفاء اربع کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے چنانچہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا۔

اور قاضی صاحب حضرت امام حسن کے وظیفہ لینے کی مزید تفصیلات دیکھنا چاہیں اور انہیں امام ابو بکر جصاص رازیؒ[1] کی کتاب احکام القرآن جلد اول تفسیر سورۃ بقرآیت لا ینال عہدی الظالمین ملاحظہ فرمائیں۔

اور اب سمجھیں کہ اجتہاد تو اسے کہتے ہیں کہ فاسق اور ظالم امراء کے ساتھ مل کر جہاد ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ ان سے وظائف قبول کئے جا سکتے ہیں یا نہیں اور بیت المال میں زکواۃ کی رقم دی جا سکتی ہے یا نہیں ایسے اختلاف کو اجتہادی اختلاف کہا جاتا ہے۔ قرآن و سنت کی صریح مخالفت کو اجتہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

اعتراض دوم کی بحث

قاضی صاحب استخلاف یزید کی دوسری علمی عبارت پر اپنے ناقص علم و فہم کی بنا پر اور مجموعہ خرافات رسالہ القول السدید کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا سید لعل شاہ بخاری نے یزید کی ولی عہدی کے

---

[1] امام ابو بکر جصاص رازیؒ کی کتاب ادب القاضی باب الخوارج یولون قاضیاً کا مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ طبیعت صاف ہو جائیگی

سلسلہ میں لکھا ہے۔

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تادم زیست اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا جلیل القدر صحابہؓ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ اثارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ بعض کی آوازیں سفک دماء اور خون ریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں کچھ روساء مناصب کی وجہ سے مجبور تھے اور بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں اور استحکام ولایت یزید کے کوشاں تھے۔ مناصب و عہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں آخر ان کی سعی نامشکور بار آور ہوتی ہے۔ اور یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو تھی پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ الخ

(استخلاف یزید ص ۳۱۶)

اس عبارت پر بعض حضرات نے بغیر سوچے سمجھے خامہ فرسائی کی ہے۔ اور سب سے زیادہ خامہ فرسائی بقول قاضی صاحب سندیلوی صاحب کے ممدوح سید نور الحسن بخاری نے کی ہے۔ اور نور الحسن بخاری حضرت معاویہ میں بہت غلو کرتے ہیں اور ان کی کتاب عادلانہ دفاع اس کا مظہر ہے اور اس کتاب میں ناصبیت کا عنصر غالب ہے۔ پوری کتاب ضعیف ترین روایات کمزور اور باطل استدلال سے پر ہے اور بعض جگہ اپنے منظریہ کی خاطر بعض عبارتوں کے ترجمہ میں بھی خیانت اور بددیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ عادلانہ دفاع پر تفصیلی تبصرہ تو راقم کی زیر ترتیب کتاب پاکستان میں یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ میں آ رہا ہے بہر حال قاضی صاحب نے بشارت الدارین نامی کتاب میں اظہار حقیقت کی طرح عادلانہ تحسین فرمائی ہے۔ اور پھر خارجی فتنہ میں عادلانہ دفاع کی بھی اور مولف نور الحسن بخاری دونوں کی تردید فرمائی ہے۔

یکیر کے فقیر

اور میں اس سلسلہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قاضی صاحب کی کوئی ذاتی رائے نہیں ہے۔ مثلاً انجمانی محمود احمد عباسی کے خلاف انہوں نے ایک حرف بھی نہیں لکھا تھا اور اظہار حقیقت اور عادلانہ دفاع پر تائیدی تبصرہ کیا تھا۔ مگر جب رئیس المحققین مولانا سید لال شاہ صاحب بخاری نے استخلاف یزید میں انجمانی محمود احمد عباسی کے علاوہ محمد اسحاق سندیلوی اور نور الحسن بخاری کی ناصبیت کا پردہ چاک کیا تو قاضی صاحب کو کچھ ہوش آیا اور سندیلوی صاحب کے خلاف کتاب لکھ ماری جس میں نور الحسن بخاری کی بھی تردید شامل ہے۔ پھر استخلاف یزید کے متعلق کسی رائے کا اظہار نہ کیا اور جب بعد میں کچھ نام نہاد مفتیوں کے فتوے ناصبیوں کے شائع کئے تو قاضی صاحب نے استخلاف یزید کے خلاف بھی لکھنا شروع کر دیا۔

ع پھول کو طاقت کہاں کہ لالہ زار بن بیٹھا
چرائی ہے اس نے رنگت میرے دلبر کے گالوں کی

بہر حال اب قاضی صاحب کے اس فرسودہ اور بے سروپا اعتراض کا جواب پیش خدمت ہے۔ مولانا سید لعل شاہ بخاری دامت برکاتہم نے استخلاف یزید

ص ۳۰۱ تا ص ۳۱۶ پر بہت سے حالات واقعات جو یزید پلید علیہ ما یستحق کی نامزدگی کے سلسلہ میں رونما ہوئے تحریر فرما کر ان سب کا حاصل مطالعہ بیان فرماتے ہوئے ارقام فرمایا ہے۔ کہ ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں۔ الخ

(استخلاف یزید ص ۳۱۶)

اب قارئین بھی وہ واقعات و شواہد ملاحظہ فرمائیں

مولانا بخاری مدظلہ نے حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ اصحاب بدرؓ میں کچھ لوگ خانہ نشین ہو گئے تھے۔ قتل عثمانؓ کے بعد پس وہ گھروں سے نہ نکلے مگر اپنی قبروں کی طرف۔

(استخلاف یزید ص ۳۰۴ بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۵۳)

مطلب یہ ہے کہ جلیل القدر صحابہؓ سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اُم المومنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کی زلفوں سے پانی ٹپک رہا تھا میں نے عرض کیا کیا آپ لوگوں کا حال دیکھ رہی ہیں کہ میرا اس امر میں کوئی حصہ نہیں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہاں جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور میں اندیشہ کرتی ہوں کہ تیرے رک جانے سے انتشار پیدا نہ ہو جائے۔ پس انہوں نے چھوڑا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ وہاں سے چلے گئے پس جب لوگ متفرق ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا اور فرمایا جو شخص اس امر میں بولنا چاہے تو سر اٹھائے ہم ان سے اور ان کے باپ سے امر خلافت کے زیادہ حق دار ہیں

حبیب بن مسلم نے کہا پس کیوں جواب نہ دیا آپ نے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں نے اپنا جبوہ کھولا اور ارادہ کیا کہ کہوں کہ اس امر خلافت سے تجھ (معاویہ) سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے۔ جس نے تجھ سے اور تیرے باپ (ابوسفیان) سے اسلام کے لئے جنگ کی تھی۔ پس میں تفریق امت اور خونریزی کے خوف سے خاموش ہو گیا اور جنت کی نعمتوں پر قناعت کر گیا حبیب نے کہا آپ محفوظ ہو گئے اور بچ گئے

(صحیح بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوہ خندق)

قاضی صاحب دفاع معاویہ کتاب میں صحیح بخاری کی اس روائت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث بخاری کے حسب ذیل الفاظ سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کے گلے میں حق بات اپنے کسی خوف کی وجہ سے اٹک کر نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ وہ اس اجتہادی طرز عمل سے جنت خریدنا چاہتے تھے چنانچہ روائت میں فذکرت ما اعد اللہ لی فی الجنان۔ پس میں نے ان نعمتوں کا خیال کیا جو اللہ نے جنتوں میں تیار کی ہیں۔ اور خاموش رہا ہوں۔

دفاع معاویہ ص ۸۵

قاضی صاحب صحیح بخاری کی اس روائت کے پہلے حصے کو اپنے مریدوں کی طرف سے پیش کردہ نذرانہ سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے۔؟

قاضی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ کے ص ۴۲۹ پر اس اعتراض کو خود یوں ہی محو کر دیا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق اتنی بات تو صحیح ہے کہ اثارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کر لی۔ اور صحیح بخاری کی اس روائت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ صحابہ اثارت فتنہ اور تفریق امت

کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے تھے ورنہ حضرت معاویہ مدینہ منورہ میں اپنے بیٹے یزید پلید کی بیعت کروانے کے لئے مسجد نبوی میں منبر رسول پر تقریر کر رہے ہیں اور یزید پلید کو حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت عمر فاروقؓ سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار کہہ رہے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ کے دل سے تو یہ بات نکلی کہ میں معاویہ سے کہہ دوں کہ خلافت کے حق دار تم یا یزید ہرگز نہیں ہو حق دار تو وہ ہیں جو تم سے اور تمہارے باپ ابوسفیان سے اسلام کی خاطر جنگ کر چکے ہیں مگر خون ریزی کے خوف سے یہ بات زبان پر نہ لا سکے جب بات دل سے نکلی اور پھر زبان پر بھی نہ آئی تو کہاں چلی گئی۔ معلوم ہوا حلقوم میں اٹک کر رہ گئی۔ قاضی صاحب نے اس جملہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ کہ حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں کے الفاظ کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی توہین پر مبنی نہیں ہیں۔

(دفاع معاویہ ص۸۵)

قاضی صاحب نے نہ جانے ہوش میں رہ کر یا مدہوشی کے عالم میں یہ اعتراض کیا ہے۔؟ اس جملہ سے حضرت ابن عمرؓ کی توہین کیسے ہوتی ہے جب کہ یہ تو خود ان کا اپنا قول ہے۔

ع - کسی کے آنے پہ یوں بے ہوش ہو ساقی
شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

اور پھر جو تہدید آمیز تقریر حضرت معاویہ نے کی اس کے لب و لہجہ اور الفاظ کی کرختگی سے نمایاں ہوتا ہے۔ کہ وہ بہائت غصہ میں تھے اور مدمقابل کو سامنے آنے کی دعوت جس تحکمانہ انداز میں دی ہے۔ اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح مروان علیہ اللعنۃ کے خطبہ کے دوران حضرت

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بول اٹھے پھر کیا ہوا۔ انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر پناہ لینی پڑی۔

(صحیح بخاری جلد ۲ کتاب التفسیر سورۃ احقاف)

تائید مزید

حضرت ابوہریرہؓ کے زمانے میں یزید پلید علیہ ما یستحقہ کی ولی عہدی کا معاملہ پیش ہوا تھا اور انہوں نے حتی المقدور اس کی مخالفت کی تھی اور یزید پلید کی نامزدگی کے شدید ترین مخالفوں میں سے تھے۔ اور سر بازار بھی دعا کرتے تھے کہ خدا مجھے امارۃ الصبیان سے بچالے اور امراء جور کے ناموں سے بھی واقف تھے چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے لو شئت لاسمیتھم اگر چاہو تو میں ان کے نام تک بیان کر دوں مگر سفک دماء اور خون ریزی کے خوف کی وجہ سے امراء جور کی تعیین نہیں فرماتے تھے صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے علم کے دو وعاء محفوظ کئے ہیں ایک کی اشاعت کر دی اور دوسرے کی اشاعت کروں تو اندیشہ ہے کہ بلعوم (رگ حیات) کاٹ دی جائے اما الاخر فلو ثبثتہ قطع ھذا البلعوم۔

(صحیح بخاری جلد اول ص۲۳)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ رگ حیات کٹ جانے کا یقین حضرت ابوہریرہؓ کو دور خلافت معاویہ میں تھا۔ کیونکہ آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور

حضرت معاویہ نے سنہ ۶۰ھ کے آخر میں وفات پائی۔ یزید پلید کی نامزدگی کے لئے گورنروں وغیرہ کی تقرروں میں کتنی بے ضابطگیاں برتی گئیں اس سلسلہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

فسادیوں میں سے دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کوفہ میں حضرت معاویہ کے گورنر تھے جن کے نام حضرت معاویہ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس حکم نامہ کی وصول یابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو لیکن مغیرہ نے تعمیل حکم میں تعویق کی دربار پہنچنے پر حضرت معاویہ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ایک معاملہ پیش تھا جسے سلجھانے اور مفید مطلب بنانے کی وجہ سے دیر ہوگی حضرت معاویہ نے پوچھا کیا معاملہ تھا۔ مغیرہ نے جواب دیا آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا۔ دریافت کیا۔ آیا تم نے یہ پورا کر لیا ہے۔ جواب دیا جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ نے کہا اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسب سابق اپنے فرائض سر انجام دو (ماثبت بالسنۃ مترجم مومن کے ماہ و سال صہ ۳۲ صہ ۳۳)

اموی دور میں قضاۃ پروالیوں کے اثر

مولانا مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامع عثمانیہ (دکن) جو ایک نامور عالم دین ہیں اموی دور میں قضاۃ پروالیوں کے اثر کے عنوان کے تحت عابس نامی ایک شخص کی جہالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عابس مصر کا قاضی تھا اور عہدہ قضا پر فائز ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت معاویہ نے مصر کے والی مسلمہ کو لکھا کہ یزید (کربلائی) کے لئے لوگوں سے بیعت لے

اور تو کسی طرف سے انکار نہیں ہوا لیکن ایک مشہور صحابی عبداللہ ابن عمرو ابن العاص جو عمرو ابن العاص کے مشہور صاحبزادے ہیں اور علم و فضل اور علو سیرت میں لوگوں نے باپ پر انہیں ترجیح دی ہے۔ انہوں نے بیعت یزید سے انکار کیا مسلمہ نے ان کے انکار پر اعلان کیا کہ عبداللہ کو درست کرنے کے لئے کون آمادہ ہے۔ یہی عابس ابن سعید کھڑے ہوئے اور بولے میں اس کام کو انجام دیتا ہوں۔

عبداللہ بن عمرو اس زمانے میں اپنے والد کے مشہور قصر واقع فسطاط میں قیام فرما تھے عابس پولیس کے نوجوان لے کر پہنچا اور ان کے مکان کو گھیر لیا اور کہلا بھیجا کہ بیعت یزید کے متعلق آپ کا کیا ارادہ ہے۔ انہیں پھر بھی انکار پر اصرار رہا۔ عابس نے اس کے بعد کیا کیا۔؟ مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے آگ اور لکڑی جمع کی تاکہ ان کے قصر کو آگ لگا دے عبداللہ بن عمرو نے اس کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا۔ بچار سے باہر نکلے اور جو کچھ اس نے کہنے کو کہا دہرایا۔ ان پڑھ عابس کا یہی سب سے بڑا کارنامہ تھا کہ ایک مایہ ناز صحابی کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دے کر حکومت میں سرخروئی حاصل کی اور اس سرخروئی کا یہ صلہ تھا کہ غریب مسلمانوں کی منڈیاں۔ جائیں اور ان کے مال و جائیداد حکومت نے قرآن حدیث اور فرائض سے بالکل جاہل اس شخص کے سپرد کر دیئے۔

(امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی صہ ۵۱)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی اس تحریر سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیعت [illegible] کتنی بے ضابطگیاں برتی جاتی تھیں اور جس شخص کو کسی عہدہ [illegible] کی جاتی تھی وہ کسی بھی معاملہ میں سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہو جاتا تھا

اور مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کا یہ لکھنا بالکل درست اور عین حقیقت ہے کہ بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول عرض میں رواں دواں اور استحکام ولایت یزید کے لیئے کوشاں تھے اور روساء مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔

اب قاضی صاحب سوچیں کہ کیا عابس صحابی تھا؟ اگر صحابی نہیں تھا تو پھر اعتراض کیسا۔؟ اور عابس وغیرہ کا دفاع کرنا اہلسنت کا شیوہ نہیں ہے بلکہ یہ ہی تو ناصبیت ہے۔

بیت المال کا ناروا استعمال

یزید پلید علیہ اللعنۃ کی نامزدگی کے لئے جہاں اور بہت سی غلطیاں حضرت معاویہ سے وقوع میں آئیں وہاں بیت المال کے روپیہ پیسہ کو بھی ناجائز طور پر استعمال کیا گیا اور مختلف قبائل کے سرداروں وغیرہ کو سیاسی استحکام کے رشوت دی گئی۔ چنانچہ مشہور لبنانی مولف عمر ابوالنصر اپنی کتاب الحسین میں رقم طراز ہیں۔

امیر معاویہ سرداران قبائل کو روپے پیسے کے ذریعے خریدنے کا کتنا اچھا ملکہ رکھتے ہیں طبری لکھتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے تمیم کے ایک مشہور سردار ابومنازل کو ایک موقع پر ستر ہزار درہم دیئے۔ ابومنازل نے یہ دیکھ کر امیر معاویہ سے کہا آپ نے مجھے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں تھوڑی رقم دے کر قبیلہ تمیم میں ذلیل کر دیا۔ کیا میں صحیح النسب نہیں؟ کیا میں بلحاظ عمر کے دوسرے لوگوں سے ممتاز نہیں۔ کیا میں اپنے قبیلے میں معزز ترین فرد نہیں؟ امیر معاویہ

نے کہا بے شک ابومنازل نے کہا پھر آپ نے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں مجھے تھوڑی کیوں دی امیر معاویہ نے کہا میں نے یہ رقم دے کر ان لوگوں کا دین خرید لیا ہے۔ لیکن چونکہ تم دین دار ہو اور حضرت عثمانؓ کی نسبت اچھی رائے رکھتے ہو اس لئے میں نے تمہیں تمہارے دین ہی کے سپرد کر دیا ہے۔

ابومنازل نے جواب دیا آپ مجھ سے بھی میرا دین خرید لیں۔ امیر معاویہ نے اسے بھی ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دے دیا۔

(الحسین ص ۲۸-۲۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں تھیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی تھی۔

میں اس واقعہ کی تائید کے لئے مزید دو حوالے پیش کرتا ہوں کہ قاضی صاحب یہ نہ کہیں کہ لبنانی مؤلف عمر ابوالنصر ایسا ویسا تھا اور اس کے دل میں بھی بغض معاویہ کا کوئی مادہ گھسا ہوا تھا۔

۱۔ حضرت معاویہ نے حضرت ابن عمرؓ کو بیعت یزید پر آمادہ کرنے کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پھر تو میرا دین بڑا سستا ہو گیا اس واقعہ کو اکثر مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۱۸۳ ترجمہ عبداللہ ابن عمرؓ)

۲۔ اسی طرح امام محی الدین النوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات درج کر کے آخر میں لکھا ہے

جب انہوں نے (عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ) نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تاکہ انہیں بیعت یزید پر مائل کیا جائے مگر انہوں نے انہیں رد کر دیا اور فرمایا کہ دنیا کے عوض میں دین نہیں

بچ سکتا اللہ ان سے راضی ہو

اس واقعہ کو زیادہ تصریح کے ساتھ دوسرے مورخین نے بھی نقل کیا ہے مثال کے طور پر حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔

معاویہ نے عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی طرف ایک لاکھ درہم اس وقت بھیجے جب انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا حضرت عبدالرحمنؓ نے انہیں رد کر دیا اور انہیں لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا میں اپنے دین کو دنیا کے عوض میں فروخت کر دوں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۹)

کیا قاضی صاحب مجھے یہ بتا سکیں گے کہ حضرت معاویہ کے پاس اتنا فراواں مال کہاں سے آ گیا تھا اور کیا اسے یزید پلید کی نامزدگی کے لئے سیاسی رشوت کے طور پر خرچ کرنا صحیح تھا۔؟

جب کہ حضرت معاویہ کے متعلق تو صحیحین میں روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت قیس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ لیا کہ میں معاویہ سے نکاح کر لوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہ صعلوک۔ یعنی وہ تو بالکل نادار ہیں۔

حادثہ عظیمہ

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی کتاب شہید کربلا میں درج بالا عنوان قائم کر کے ارقام فرماتے ہیں۔

خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہ پر پہنچتا ہے تو خلافت راشدہ کا رنگ نہیں

رہتا ملوکیت کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں معاویہ کو مشورہ دیا جاتا ہے۔ زمانہ سخت فتنہ کا ہے۔ آپ اپنے بعد کے لئے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے اور خلافت اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے باقتضاء حالات یہاں تک کہ کوئی نامعقول بات یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کوفہ سے چالیس خوشامد پسند آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہ سے اسکی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے زیادہ کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا

(شہید کربلا ص ۱۱)

یزیدی سلطنت پر ایک نظر

قاضی صاحب کے معتمد علیہ مورخ مولانا اکبر شاہ خان صاحب اپنی مشہور تاریخ اسلام میں مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔

اس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کردار کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت معاویہ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو۔ اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کا ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعت یزید کے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا۔ امیر معاویہ نے ان سے الگ الگ گفتگو کی جس میں خلفاء کے فرائض۔ حقوق۔ حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کر کے یزید کی شجاعت۔ سخاوت۔ عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کر کے خواہش

کی اس کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیئے۔

(تاریخ اسلام جلد ۲ صـ ۹۳)

اب مندرجہ بالا اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفود کے وفود خوشامدی کی خاطر دمشق بھیجے جاتے تھے تاکہ حکومت کی نظر میں کچھ مقام حاصل ہو سکے اور اپنی اقوال کی بنا پر مولانا بخاری نے لکھا ہے کہ مناصب وعہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے تھے۔

کاش کہ قاضی مظہر حسین صاحب اور اہلسنت کے باقی ٹھیکیدار بھی کتابوں کا کچھ مطالعہ کر لیتے تاکہ اصل حقائق اور واقعات تک ان کی رسائی ہو جاتی۔ اور ہماری دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال انہیں حق سمجھنے کے لئے دماغ اور حق بولنے کے لئے زبان عطا فرمائے آمین۔

نطفہ نا تحقیق زیاد کی وکالت

قاضی صاحب نے دفاع معاویہ کتاب میں حضرت معاویہ کی صریح توہین کا عنوان قائم کر کے اسکی آڑ میں زیادہ نطفہ نا تحقیق کی کمال ہوشیاری کے ساتھ صفائی پیش کی ہے اور پھر اسی کتاب کے صـ ۹۰ پر حضرت ابوسفیان کی توہین کا بھی عنوان قائم کر کے زیاد ہی کی وکالت کی ہے۔ بہر حال اب قضیہ استلحاق مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت معاویہ نے زیاد کے نسب کو اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ لاحق کیا اس لئے اس قضیہ استلحاق زیاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کتابوں میں زیاد کا تذکرہ مندرجہ ذیل القابات سے ملتا ہے۔ زیاد ابن ابیہ۔ زیاد ابن امہ۔

زیادہ ابن سمیہ۔ زیاد ابن عبید۔ زیاد ابن غیر انتساب الی ابیہ زیاد صاحب البصرہ۔ زیاد ابن سفیان۔

زیاد نطفہ نا تحقیق کی نسبت ابوسفیان کی طرف ۴۴ھ میں حضرت معاویہ کے اس اعلان کے بعد ہوئی کہ زیاد میرا بھائی ہے۔ اور ابوسفیان کا بیٹا اور باقاعدہ منادی کرائی گئی کہ اس کے بعد زیادہ کو زیاد ابن ابی سفیان کہا جائے زیاد اس پیوند کاری سے پہلے زیاد ابن عبید کے نام سے مشہور تھا

(الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۱ صـ ۵۴۸)

حضرت معاویہ نے قضیہ استلحاق کا فیصلہ ابوسفیان کے اعتراف کی بنا پر کیا تھا کہ زیاد درحقیقت انہیں کا بیٹا ہے۔ بیٹا ہونے کا اعتراف اس امر کو مستلزم ہے۔ کہ ابوسفیان نے زیاد کی ماں سے نکاح کیا ہو لیکن یہ ایک تاریخی مسلمہ ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ عبید کی منکوحہ بیوی تھی اور زیاد اسی کے فرش پر پیدا ہوا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا نکاح ابوسفیان سے ہوا ہے

سمیہ ام زیاد کی سرگذشت

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قضیہ استلحاق کی حقیقت طشت از بام کرنے کے سمیہ ام زیاد کی سرگذشت بھی بیان کی جائے تاکہ قاضی صاحب نے زیاد کی جو وکالت کی ہے۔ اس کا بھی بھرم کھل سکے۔

مورخین کی تصریح کے مطابق سمیہ ام زیاد ایک باندی تھی۔ جو فارسی دہقان نے حارث ابن کلدہ طبیب کو علاج کے صلہ میں عطا فرمائی تھی۔ حارث ابن کلدہ ثقفی طائف کے باشندے تھے اور طبیب عرب کے لقب سے مشہور تھے اور اس باندی

سے ملک یمن کی بنا پر ہمبتری بھی کرتے تھے سمیہ کے بطن سے حارث کے ہاں دو بچے پیدا ہوئے۔ نفیع۔ اور نافع۔ نفیع بعد میں ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہو گئے نافع کے متعلق حارث ابن کلدہ نے اعتراف کر لیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ اس روز کی بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تھا اور اعلان فرمایا تھا کہ جو حصار سے اتر آئے آزاد ہے۔ نفیع طائف کے قلعہ سے اترے اور دربار رسالتؐ میں حاضر ہو گئے اور بموافق اعلان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم آزاد ہو گئے اور ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ابوبکرہ کی حریت تو اس سے ثابت ہو گی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے بوجہ اسلام لانے اور دوران محاصرہ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اعلان سن کر قلعہ سے اتر کر آنے کی وجہ سے آزاد فرمایا تھا اور نافع کو جو ابوبکرہ کا دوسرا بھائی تھا اسی روز حارث نے کہا کہ تیرا بھائی جو قلعہ سے اتر گیا ہے وہ غلام ہے اور تو میرا بیٹا ہے۔ نافع کی حریت اور آزادی کا سبب بھی معلوم ہو گیا نفیع اور نافع کی پیدائش کے بعد حارث ابن کلدہ نے سمیہ کا نکاح اپنے ایک رومی غلام عبید نامی سے کر دیا تھا۔ زیاد اسی کے فرش پر پیدا ہوا اور شکل صورت میں عبید سے مشابہ تھا چنانچہ گذر چکا ہے۔ کہ وہ زیاد ابن عبید کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ زیاد ایک ہجری میں پیدا ہوا یہ کس طرح آزاد ہوا عام طور پر مورخین اس کا تذکرہ نہیں کرتے بظاہر اسکی آزادی کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ پہلی صورت:۔ باندی کا بیٹا باندی کے مالک کا مملوک ہوتا ہے زیاد بھی حارث کا مملوک تھا پہلی وجہ زیاد کی آزادی کی یہ ہو سکتی ہے کہ حارث نے خود اسے آزاد کر دیا ہو۔

۲۔ دوسری صورت:۔ حارث نے اسے مکاتب کیا ہو یعنی حارث نے

زیاد کو کہا ہو کہ مجھے تو مخصوص رقم ادا کر دے تو آزاد ہے۔ اور زیاد مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو۔

۳۔ تیسری صورت:۔ زیاد چونکہ سمیہ کا بیٹا تھا اور سمیہ والدہ نافع ہونیکی وجہ سے ام الولد ہو گئی تھی اور ام الولد کا بیٹا بھی ام الولد کے حکم میں ہوتا ہے۔ تو زیاد کی آزادی کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حارث کی وفات کے بعد زیاد اور اسکی والدہ بلا معاوضہ آزاد ہو جائیں۔ بہر حال زیاد کی آزادی جو نسی صورت بھی ہو ابن عساکرؒ کی روائت جس میں آتا ہے کہ زیاد نے حضرت عمرؓ کو کہا تھا کہ میں نے اپنے پہلے وظیفہ سے اپنی والدہ کو خرید کر کے آزاد کیا ہے۔ اور دوسرے وظیفہ سے اپنے ربیب عبید کو خرید کر کے آزاد کیا ہے۔ قطعاً غلط ہے کیونکہ سمیہ جب حارث کی ام الولد ہو گئی تو اسکی بیع و شرا شرعاً ناجائز ہو گی پھر زیاد کا یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنی ماں کو خرید کیا ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روائت اس خیال کے پیش نظر گھڑی گئی ہے کہ ثابت کیا جائے کہ عبید زیاد کا باپ نہیں تھا ربیب تھا تاکہ قضیہ استلحاق کی تائید ہو سکے۔

ابوسفیان کی داستان

ابوسفیان کی آمد و رفت عموماً طائف میں ہوتی تھی فتح مکہ سے قبل ایک بار اپنی بعض حاجات کے لئے جب طائف آئے تو یہاں کے مے فروش (شراب فروش) ابو مریم السلولی کے ہاں مہمان ہوئے شراب نوشی کی اپنے اندر قربت مرۃ کے تقاضے کو شدت سے محسوس کیا کہ ایک عرصہ بتہ سے گذرا تھا یعنی کچھ عرصہ کسی عورت کے قریب نہیں ہوئے تھے۔ اپنے میزبان سے فرمائش کی تو اس نے کہا کہ آیا سمیہ

امرۃ عبید سے کچھ رغبت ہے۔ کہنے لگے وہ رغبت کے قابل تو نہیں ہے مگر اسے بلا لے آؤ۔ پس ابوسفیان اس کے ساتھ ہم بستر ہوا۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹ ۔ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۹)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وہ ایک قسم کا نکاح تھا جو جاہلیت میں رواج پذیر تھا۔ مگر ابن خلدون کا یہ بیان حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ سیئات بنو امیہ پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ہے۔ کیونکہ باقی تمام مورخین نکاح کا تذکرہ نہیں کرتے جب کوئی شخص کسی غیر معروف النسب بچہ کو اپنا بیٹا کہہ دے تو وہ اس کا بیٹا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے یہ دریافت کرنیکی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ بچہ تیرا بیٹا کس طرح بن گیا۔

اور کسی کو یہ سراغ لگانے کا حق نہیں ہے۔ کہ یہ نکاح کی پیداوار ہے یا زنا کی مگر اس صورت میں بچہ کی نسب معترف کے ساتھ لاحق ہونے کے لئے چار شرائط ہیں۔

۱) وہ بچہ اتنی عمر کا ہو کہ معترف کا بیٹا بن سکے کہ اس جیسا اس جیسے سے پیدا ہو سکے۔

۲) وہ بچہ معروف النسب نہ ہو۔ یعنی اسکی دعوت سے پہلے اس کا نسب کسی دوسرے سے ثابت نہ ہو چکا ہو۔

۳) غیر معروف النسب بچہ کی دعوت دو اشخاص بیک وقت کرنیوالے نہ ہوں اگر دو شخص بیک وقت مدعی ہوئے تو جو ان میں زیادہ حق دار ہوگا بچہ اس کا ہوگا۔ اگر دونوں مدعی ایک مرتبہ پر ہوں اور برہان اولویت بھی کسی کے پاس نہیں تو بچہ دونوں کا سمجھا جائے گا۔ یعنی وہ دونوں کی میراث میں ایک مستقل بیٹے کی طرح لے گا اور وہ دونوں مل کر ایک باپ کی میراث کے حق دار ہونگے

۴) دعوت کرنے والا اپنے ساتھ نسب کا الحاق کر سکتا ہے کسی دوسرے کے ساتھ الحاق نسب کا مجاز نہیں۔

استلحاق زیاد کے مسئلہ میں پہلی شرط کے ماسوا تمام شرائط مفقود ہیں۔ دوسری شرط کے متعلق بتلا چکے ہیں کہ زیاد عبید کی منکوحہ بیوی کا بچہ ہے۔ لہذا اس کا نسب عبید کے ساتھ ثابت ہے۔

تیسری شرط بھی منتفی ہے کیونکہ اس میں عبید کا حق مقدم ہے اور پہلے زیاد کی نسبت عبید کی طرف ہو چکی ہے۔ مشہور ناصبی قاضی ابوبکر نے اس بارہ میں باطل تاویلات کی ہیں جو بالکل سراسر خلاف واقعہ و حقیقت ہیں اور قاضی ابوبکر کا یہ قول کہ یہاں ابوسفیان کا کوئی منازع نہیں تھا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

ابوسفیان نے خود دعوت نہیں کی اور عار حضرت معاویہ کا ہے اور یہ فیصلہ عبید کے خلاف ہوا قاضی ابوبکر چونکہ متعصب ناصبی ہے اس کے لئے اس کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی منازع نہیں تھا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ کا یہ فیصلہ بھی قضاء علی الغائب ہے۔ ورنہ ثابت کرنا پڑے گا کہ عبید بوقت فیصلہ موجود تھا۔ مدعی نے اپنے ساتھ نسب کا الحاق نہیں کیا بلکہ اپنے والد کے ساتھ نسب کا الحاق کیا ہے ابوسفیان نے کسی عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہو یہ بات کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے البتہ حافظ ابن کثیر دمشقی نے بعض گواہوں کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ابوسفیان نے اقرار کیا ہے۔ کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ پھر یہ اقرار اتنا مخفی رہا کہ ۴۴ھ تک ظہور میں نہ آیا۔ زیاد کی پیدائش کے پینتیس ۳۵ برس بعد تک ابوسفیان زندہ رہے اواخر عہد خلافت حضرت عثمانؓ میں فوت ہوئے کفر میں ان کے سات آٹھ برس اور اسلام کے ستائیس ۲۷ برس زیاد کی ولادت پر گذر گئے مگر زیاد کا نسب متحقق اور معروف بین الناس نہ ہو سکا بلکہ زیاد بھی ابوسفیان کی پوری زندگی اور اس کے

بعد بھی ۹ سال تک اپنے آپ کو غلام زادہ ہی سمجھتا رہا ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد جب ابوسفیان اسلام لائے تھے تو ان کی یہ ناگزیر شرعی اور اخلاقی ذمہ داری تھی کہ اگر زیاد کو اپنا مولود ہی سمجھتے تھے تو فوراً اپنے قول و فعل سے اس کا اعلان کر دیتے کیونکہ اسلام نے نسب کے ساتھ نان و نفقہ۔ حجاب۔ مناکحت۔ میراث اور دیگر متعدد قانونی معاشرتی حقوق واجبات وابستہ کر دیئے ہیں۔ نسب کا اعلان کوئی شاعرانہ تشبیب یا دل لگی کا سامان تھوڑا ہی ہے۔ کہ اسے اشاروں کنایوں یا غیر سنجیدہ پیرائے میں بیان کیا جائے۔ نہ یہ کوئی مخفی وصیت و ہدایت ہے جو چند آدمیوں کو وہ بھی بیشتر خاندان سے باہر کے آدمیوں کو چپکے سے بتا دی جائے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آسکے۔

اب کیا ابوسفیان اور کم از کم حضرت معاویہ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس قضیہ نامرضیہ استلحاق زیاد کے مسئلہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے پیش فرما دیتے یا کم از کم خلافت راشدہ ہی میں اس مسئلے پر کوئی باقاعدہ عدالتی کاروائی ہو جاتی بلکہ یہ مسئلہ عہد معاویہ میں اٹھایا جاتا ہے جب زیاد اور معاویہ کو اس ڈرامے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے پھر یہ معاملہ کسی قاضی کی عدالت میں بھی پیش نہیں ہوتا بلکہ خود حضرت معاویہ ہی مدعی ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں اور گواہ دوسرے شہروں سے تلاش کر کے لائے جاتے ہیں جو ابوسفیان اور زیاد کی والدہ سمیہ کے زنا پر شہادت دیتے ہیں اور اپنے حق میں فیصلہ کر لیتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ استلحاق زیاد پر ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں۔

اسی سال یعنی ۴۳ھ میں امیر معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو اپنا نائب بنایا اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعے احکامات رسالتمآبؐ کی خلاف ورزی کی گئی

(ماثبت بالسنۃ مترجم ص۳۰)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس مسئلہ پر خوب بحث کی ہے فرماتے ہیں یہ عامل مردود و حرامی زیاد ہے جو ملک فارس و شیراز کا صوبیدار تھا اور وہ بے حیا اپنے حرامی ہونے پر فخر کرتا تھا پکار پکار کر کہتا تھا اور اپنی ماں سمیہ نامی چھوکری پر زنا کی گواہی دیتا تھا۔

الخ۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۔۔۔)

استلحاق زیاد کے سلسلہ میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امیر معاویہ زیاد کی قابلیتوں سے جو فائدہ اٹھانا چاہتے تھے زیاد کی بدنامی راہ میں سنگ گراں کا کام کرتی تھی اس لئے انہوں (معاویہ) نے حکم نبویؐ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ یعنی بچہ کا نسب جائز نکاح سے ثابت ہوتا ہے۔ زانی کیلئے تو سنگساری ہے۔ کا خیال نہ کرتے ہوئے اعلان عام کرا دیا کہ آئندہ زیاد کو ابن ابیہ کی بجائے ابن ابی سفیان کہہ کر پکارا جائے۔

(مسلمانوں کا عروج و زوال ص۴۷)

آخر میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا قول نقل کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے ارقام فرماتے ہیں۔ کہ عام ناظرین کے لئے اس قدر لکھ دیتا ہوں کہ سمیہ جاہلیت کی ایک زانیہ اور فاحشہ عورت تھی ابوسفیان اس کے پاس رہا کرتا تھا اور اسی سے زیاد پیدا ہوا لیکن اغراض سیاسیہ سے اس کا پھر استلحاق پیدا کیا اور اس کو اپنا بھائی قرار دیا۔

اس کے لئے خاص مجلس شہادت منعقد ہوئی تھی جس میں گواہوں کے اظہار کے لئے از انجملہ ایک گواہ ابومریم الفجار بھی تھا جس نے ابوسفیان

کے لئے سیمۃ کو مہیا کیا تھا بالآخر ایسی شہادت سے زیادہ بھی شرما گیا
(مکالمات ابوالکلام آزاد صفحہ ۱۴۹ صفحہ ۱۵۰)

مسئلہ سب وشتم

قاضی صاحب نے اپنی کتاب دفاع معاویہ صفحہ ۹۲ میں سب علی کی آڑ میں حضرت معاویہ کی توہین کا اعنوان کر کے مسئلہ سب وشتم پر طبع آزمائی کی ہے اور بڑی معصومیت سے انکار کر دیا ہے خدا جانے حقائق کا انکار کرنا کہاں تک درست ہے۔ کہ جس بات کا کوئی جواب نہ پائے ڈھٹائی سے انکار کر دیا جائے یہ تو محض سینہ زوری ہے قاضی صاحب اس سے قبل بھی اپنی کتاب مودودی مذہب اور علمی محاسبہ میں بھی محض سینہ زوری کی بنا پر ہی انکار کر چکے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ حضرت معاویہ کے زمانہ سے سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا اور نوے برس تک علی رؤس المنابر یہ ملعون مہم جاری رہی تاکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اس کا خاتمہ فرمایا۔ یہ بات جس طرح تاریخ وحدیث کی کتابوں میں مذکور ہے وہ اسے قطعیت وتواتر کا درجہ دے رہی ہے۔ جب کہ سب وشتم کا ثبوت صحیح بخاری۔ فیض الباری۔ ابوداؤد۔ بذل المجہود۔ مسند امام احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ العرف الشذی۔ فتاوی ابن تیمیہ۔ تاریخ الاسلام للذہبی۔ البدایہ والنہایہ۔ حیات الصحابہ۔ ارواح ثلاثہ میں ملتا ہے نہ جانے قاضی صاحب کس بنا پر اور کیوں انکار پر ہی مصر ہیں۔ اور صحیحین کی روایات کا بھی سینہ زوری سے انکار کر دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

استخلاف یزید صفحہ ۲۱۷ تا صفحہ ۲۳۰

حضرت معاویہ کا ناجائز دفاع

قاضی صاحب نے اپنی کتاب دفاع معاویہ صفحہ ۹۷ مولانا لعل شاہ کا بے جا تعصب عنوان قائم کر کے ابوداؤد کی روایت پر تبصرہ کیا ہے اور خواہ مخواہ کھینچا تانی کی ہے اور بات کو طول دینے کی کوشش کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ مولانا لعل شاہ بخاری ابوداؤد کی اس روایت کی سند سے بھی ناواقف ہیں اور انہوں نے عن کو ابن لکھ دیا ہے۔ کیا قاضی صاحب یہ گمان کر سکتے ہیں کہ ایک فاضل دیوبند عن اور ابن میں فرق نہیں کر پاتا۔ بلکہ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ مولانا سید لعل شاہ بخاری جتنا فن رجال پر عبور رکھتے ہیں قاضی صاحب کو اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں

ع چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

روایت کی سند پر علمی بحث تو خود مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری ہی فرمائیں گے مگر قاضی صاحب سمجھیں کہ روایت کی سند نہ قاضی صاحب کو فائدہ دے سکتی ہے۔ اور نہ مولانا بخاری کو نقصان جبکہ روایت تو اپنی جگہ درست اور صحیح ہے۔ اور قاضی صاحب کی اس کھینچا تانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ قارئین کی توجہ اصل مسئلہ ہٹ جائے اور حضرت معاویہ اس سے بری قرار پائیں کہ وہ اہل بیت نبویؐ پر سب وشتم کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور جلیل القدر صحابہؓ سے بھی باقاعدہ حضرت معاویہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ یوں حضرت علی المرتضیٰ پر سب وشتم نہیں کرتے اور حضرت معاویہ کے تمام عمال باقاعدگی سے اس ملعون رسم پر پوری طرح کاربند تھے حتیٰ کہ مروان ملعون ابن ملعون تو نماز عیدین میں نماز کو موخر کر کے اس مقصد کی خاطر پہلے خطبہ دیا کرتا تھا۔ اور قاضی صاحب غالباً بڑے ضدی واقع ہوتے ہیں اور میں نہ مانوں کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اور جہاں کہیں بھی اس

واقعہ کا تذکرہ کیا ہے تو قاضی صاحب نے سب وشتم کی ابتداء کی نسبت حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف کی ہے قاضی صاحب سے گذارش ہے کہ علمی بحث میں اتنا تعصب تو نہیں کرنا چاہیئے۔

قاضی صاحب کی ہٹ دھرمی

قاضی صاحب اپنی کتاب علمی محاسبہ میں حضرت معاویہ کا ناجائز دفاع کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں روافض کی طرف سے جو بہتان حضرت معاویہ پر لگایا جاتا ہے۔ کہ آپ منبر رسولؐ پر حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے تھے۔ اسی کو مودودی صاحب نے خلافت وملوکیت میں زور طور پر دہرایا ہے لیکن مودودی صاحب نے تاریخ کا یہ حوالہ کیوں نقل نہیں کیا کہ لعنت کرنے کی ابتداء حضرت علی کی طرف سے ہوئی تھی۔ چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں واقعہ تحکیم کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ کہ

ابو موسیٰ اشعریؓ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو ابن العاص مع اہل شام شام کی طرف واپس ہوئے معاویہ سے کل ماجرا بیان کر کے خلافت سپرد کر دی ابن عباسؓ اور شریح بن ہانی امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا۔ امیر المومنین علی نماز میں قنوت پڑھنے اور بد دعا کرنے لگے۔ اللھم العن معاویہ وعمرو وحبیبا وعبدالرحمٰن بن مخلص وضحاک بن قیس وابا الاعور۔

ترجمہ۔ اے اللہ لعنت بھیج امیر معاویہ۔ عمرو بن العاص ..... کے الخ معاویہ کو جب اس کی خبر لگی تو وہ بھی حضرت علیؓ وابن عباسؓ وحسنؓ حسینؓ واشتر پر لعن کرنے لگے۔

(تاریخ ابن خلدون مترجم جلد I صـ ۵۳۹ بحوالہ علمی محاسبہ صـ ۴۴۳) مودودی دستور وعقائد کی حقیقت پر مقدمہ صـ ۱۴

اس کے بعد قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت معاویہ پر لعن کرنے میں سبقت کی اور حضرت معاویہ نے جوابی کاروائی شروع کی اس تمام خام فرسائی کے بعد لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایتیں غلط ہیں نہ حضرت علیؓ نے لعنت کی ہے۔ نہ ہیں اور نہ معاویہ نے خطبہ جمعہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے ان دونوں قسم کی روائتوں کو غلط قرار دیا ہے

(علمی محاسبہ صـ ۴۴۴)

قاضی صاحب کی ہٹ دھرمی کا اندازہ لگائیں جو خدام اہل سنت نامی جماعت کے بانی ہیں مگر اہل سنت کے ضابطوں سے بھی واقف نہیں اور اہل سنت کی عقائد کی کتابوں میں سنت خلفاء الراشدینؓ کو سنت نبوی بتلایا گیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدینؓ المہدیین۔ یعنی تم پر میری سنت لازم ہے۔ اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت بھی لازم ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے ہاں یہ حدیث ایک مستقل ضابطہ اور قانون کی حیثیت رکھتی ہے اب قاضی صاحب تاریخی مسلمات۔ صحیحین کی روایات۔ واقعات اور حقائق جن سے انکار ناممکن ہے۔ آنکھیں بند کر کے حضرت معاویہ کا ناجائز دفاع کرتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے انکار کرتے ہیں اور ابن خلدون جو بنو امیہ کی حمایت میں بڑا ہی سرگرم ہے کے حوالے سے جناب علی المرتضیٰ پر الزام عائد کرتے ہیں کہ لعن کی ابتداء حضرت علی کی طرف سے ہوئی ہے اور پھر بنو امیہ ہی کے دوسرے دھڑے دار کے حوالہ سے انکار کر دیتے ہیں مگر اس بات کو نہیں سوچتے کہ خلفائے راشدین کی سنت سنت نبوی ہے اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ چاہے مفتی ہو یا قاضی۔

قاضی صاحبؒ کا تعصب اور حق پوشی

قاضی صاحب نے سبط رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ سید شباب اہل الجنۃ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ وابائہ السلام کے بارہ میں جہاں بھی قلم اٹھایا ہے بڑے ہی تعصب سے کام لیا ہے۔ اور خصوصاً زیر تبصرہ کتاب دفاع معاویہ میں تو کئی مقامات پر بطور تحقیر لکھا ہے۔ کہ حضرت حسنؑ نے حضرت معاویہ سے لاکھوں روپیہ وظیفہ لیا قاضی صاحب اپنے طرز بیان و استدلال کے حسن و جمال پر نظر ثانی فرمائیں ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی بہر حال قاضی صاحب نے اسے عدالت معاویہ میں جابجا پیش کیا ہے۔ مگر ہم بصراحت لکھ آئے ہیں کہ حضرت حسنؑ کا حضرت معاویہ سے وظیفہ لینا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ حضرت معاویہ بڑے عادل تھے اور قاضی صاحب حضرت حسن کا حضرت معاویہ سے وظیفہ لینے کے لئے ابن کثیر دمشقی کا حوالہ دیا ہے۔ کہ ابن کثیر مفسر و محدث لکھتے ہیں اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ (حضرت حسنؑ) نے حضرت معاویہ سے اس شرط پر صلح کر لی ہے۔ کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ ان کو دیا جائے گا پھر حضرت معاویہ نے ان کی یہ شرط پوری کر دی تو کوفہ کے بیت المال میں پچاس لاکھ اور بعض کہتے ہیں کہ ستر لاکھ درہم نکلے۔

(الخ دفاع معاویہ صـ بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۴۱)

قاضی صاحب نے یہاں اپنے مطلب کے لئے حق پوشی کی ہے۔ اور شرائط صلح میں سے صرف ایک شرط لکھی ہے۔ اگر قاضی صاحب باقی شرائط تحریر فرماتے تو ان کی پہلی تمام کتابوں پر پانی پھر جاتا اور قاضی صاحب کے مخصوص نظریئے پر زد پڑتی اور دفاع معاویہ کا مشن ادھورا رہ جاتا۔ اب ہم صلح کی حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں

شب تاریک سے کہہ دو کہ ٹھکانا کر لے
ہم اٹھائے ہوئے سورج کا علم آتے ہیں

شرائط صلح نامہ

حضرت امام حسنؑ کو معلوم تھا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوہ تیس سال رہیگی اور پھر ملک عضوض (کاٹنے والی بادشاہت) ملوکیت کا دور دورہ ہو جائیگا تو انہوں نے اپنے نانا جان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے خلافت کا تیسواں سال پورا کر کے دست بردار ہو گئے اور حکومت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی چنانچہ جب حضرت امام حسنؑ اور حضرت معاویہ کے مابین مصالحت ہوئی اور صلح نامہ لکھا گیا تو اس میں حضرت امام حسن نے ایک شرط یہ بھی لکھوائی تھی کہ حضرت علیؑ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ جب کہ وہ (حضرت حسن) اسے سن رہے ہوں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۴)

کیا قاضی صاحب کو البدایہ والنہایہ کی اسی جلد صـ ۱۸ میں صرف ایک ہی شرط نظر آتی ہے۔ باقی نظر نہیں آتیں۔ یہ حق پوشی نہیں تو اور کیا ہے۔!

حافظ ابن اثیر کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے اپنی کتابوں میں شرائط صلح تحریر کی ہیں نمونے کے طور پر چند ایک پیش خدمت ہیں۔

ابن اثیرؒ نے الکامل جلد ۳ صـ ۲۰۳ پر جو تفصیل درج کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسن نے امیر معاویہ سے مطالبہ کیا کہ امیر معاویہ حضرت علیؑ پر سب و شتم نہ کریں لیکن معاویہ نے شتم علیؑ سے رکنے کا مطالبہ تسلیم نہ کیا پھر حضرت

حسنؓ نے یہ مطالبہ کیا کہ کم از کم معاویہ ایسی حالت میں سب وشتم نہ کریں جب کہ وہ (حضرت امام حسنؓ) سن رہے ہوں معاویہ نے یہ بات مان لی لیکن انہوں نے یہ شرط پوری نہ کی۔

امام ذہبیؒ العبر جلد اول ص۴۸ پر رقمطراز ہیں کہ حضرت حسنؓ نے معاویہ کو لکھا کہ وہ حضرت علیؓ پر حسنؓ کی موجودگی میں سب وشتم نہ کریں۔

شاہ معین الدین احمد ندویؒ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں ارقام فرماتے ہیں کہ طبری نے دو روایتیں نقل کی ہیں پہلی مستند روایت ہے کہ حضرت حسنؓ نے تین پیش کیں۔

۱۔ کوفہ کے بیت المال کا کل روپیہ آپ کو دے دیا جائے۔

۲۔ دارابجرد کا خراج آپ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

۳۔ حضرت علیؓ پر اس طرح برسر عام سب وشتم نہ کیا جائے۔ کہ حضرت حسنؓ کے کانوں تک پہنچے۔

(تاریخ الاسلام جلد اول حصہ دوم ص۳۰۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی کا معاملہ

قاضی صاحب نے اپنی کتاب دفاع معاویہ کو خواہ مخواہ طول دینے کے لیے کچھ غیر ضروری بحثیں بھی اس میں شامل کر دی ہیں اور راقم ناکارہ کی کھلی چھٹی کے کسی بھی مندرجات کا حقیقتاً تو جواب نہیں دیا ہے مگر ادھر ادھر کی مارتے رہے اور اناپ شناپ کر کے کتاب کی شکم پری کی ہے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ مصنف عون المعبود پر بھی تنقید کی ہے اور اس کی

اصل وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے ابوداؤد کی روایت جس میں ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے حضرت مقدام سے فرمایا تھا کہ کیا تو حضرت امام حسن کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے عون المعبود شرح ابوداؤد میں نقل کر کے اس پر درج ذیل تبصرہ کیا ہے۔

امیر معاویہ کے اس قول پر انتہائی تعجب ہوتا ہے۔ انہوں نے اہل بیت کی قدر نہ پہچانی حتیٰ کہ ایسی بات کہہ دی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات یقیناً بہت بڑی مصیبت تھی اور اللہ حضرت مقدامؓ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان سے راضی ہو کر انہوں نے کلمہ حق ادا کرنے میں خاموشی اختیار نہ کی اور اسے اعلانیہ کہہ دیا مومن کامل و مخلص کی یہی شان ہے۔ بنو اسد کے شخص نے جو کچھ کہا وہ معاویہ کی رضا اور تقرب حاصل کرنے کے لئے تھا۔ اس نے یہ سخت گھٹیا بات اس وجہ سے امیر معاویہ کے سامنے کہی تھی۔ کہ (امام حسنؓ کی موجودگی میں) معاویہ کو اپنی خلافت کے زوال کا خوف تھا۔

(عون المعبود ج ۴ ص۱۱۵)

تقریباً تقریباً یہی الفاظ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی تشریح میں درج فرمائے ہیں۔

اور قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ تو دس سال کی مدت میں حضرت امام حسنؓ وغیرہ کو عطا کر دیا گیا یہ ان کی قدر منزلت نہیں ہے۔ اور کیا حضرت معاویہ حضرت حسنؓ کی وفات پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے پر برملا اعتراض کر سکتے ہیں۔

(دفاع معاویہ ص۱۱۵)

کسی بات کا سرے سے انکار کر دینا محض سینہ زوری ہے مگر یہ ایک

حقیقت ہے کہ امام حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد بھی ان کی طرف سے حضرت معاویہ اپنی طبیعت میں خلش محسوس کرتے تھے اور ان کا دل امام حسنؓ سے صاف نہ تھا۔

چنانچہ ابو حنیفہ دینوریؒ لکھتے ہیں۔

حضرت حسن کی وفات کی خبر معاویہ کے عامل مدینہ مروان نے ان تک پہنچائی انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا جو ان کے پاس شام میں آئے ہوئے تھے پس معاویہ نے ان سے اظہار ہمدردی کیا اور امام حسن کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا اس پر ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ آپ ان کی موت پر خوش نہ ہوں خدا کی قسم آپ بھی ان کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہیں گے۔

(الاخبار الطوال ص۲۲۲)

قاضی صاحب فرماتے ہیں اگر بالفرض حضرت معاویہ نے حضرت مقدامؓ سے یہ فرمایا ہے کہ "اتعدھا مصیبۃ۔ کیا تو حسن کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے۔ تو اس کا منشا کچھ اور ہی ہوگا۔

(دفاع معاویہ ص۱۱۵)

قاضی صاحب مولوی اور سیاسی لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ پیر بھی ہیں شاید علم غیب جانتے ہوں اور انہیں کچھ منشا معلوم ہو۔ یا شاید جس خواب کا تذکرہ قاضی صاحب کیا ہے اس خواب میں حضرت معاویہ نے خود انہیں وہ منشا بتلا دیا ہو۔

صلح کی حقیقت

قاضی صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ اس صلح کی صورت منجانب اللہ یہ ظاہر ہوئی

کہ حضرت امام حسنؓ اپنی خلافت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت معاویہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لیا یہی وجہ ہے کہ اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے۔ الخ

(دفاع معاویہ ص۱۱۶)

اگر امام حسنؓ خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اور بظاہر صلح ہو گئی تھی تاہم قلوب پوری طرح صاف نہیں تھے اور دلوں میں کدورتیں باقی تھیں۔ ایک حوالہ تو ابھی ہم ابو حنیفہ دینوریؒ کا پیش کر آئے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضرت امام حسنؓ کی شہادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ھدنۃ علی دخن وجماعۃ علی اقذار۔ یعنی صلح ہو گی دلوں کی کدورتوں کے باوجود اور اجتماع ہو گا ناگوار امور کے باوجود۔

(رواہ ابو داؤد و مشکوٰۃ ص۴۶۳)

چنانچہ شاہ ولی اللہ المحدث دہلویؒ ھدنۃ علی دخن۔ یعنی دھوئیں کی امرش کا مصداق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ھدنۃ علی دخن الصلح الذی وقع بین معاویہ والحسن ابن علیؓ

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص۲۱۳)

ہدنۃ علی دخن وہ صلح ہے جو حضرت معاویہ اور حضرت حسنؓ بن علیؓ کے مابین واقع ہوئی۔ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں

دوسری خبر جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی وہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہ کی مصالحت ہے۔ لیکن وہ صلح تھی باوجود کدورتوں کے اور اجتماع تھا باوجود ناگوار امور کے۔

(منہاج السنۃ ج ۱ ص۱۴۹)

علامہ وحید الزمان اور قاضی صاحب

علامہ وحید الزمانؒ علیہ الرحمۃ والرضوان صحاح ستہ کے مترجم ہیں اور بہت بڑے محقق عالم اہل حدیث ہیں انہوں نے بھی ابوداود کی اس مذکورہ روایت میں فلاں سے مراد مسند امام احمد کی طرح حضرت معاویہ ہی لیا ہے چنانچہ ارقام فرماتے ہیں۔

امام حسنؓ علیہ السلام کے انتقال پر معاویہ کو یہ کہنا کہ یہ مصیبت نہیں ہے مبنی تھا اوپر تعصب کے علیؓ اور اولاد علیؓ سے راضی ہو اللہ اپنے رسول کے اہل بیت سے اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے آمین۔

(حاشیہ سنن ابوداود شریف مترجم جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

علامہ وحید الزمانؒ کی چند اور عبارتیں پیش کر کے قاضی صاحب نے ان پر شیعیت کا فتویٰ داغ دیا ہے۔ لیکن یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی قاضی صاحب نے بہت بڑا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ بلکہ یہ ایک امر ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس مرد حق نے کسی دور میں بھی اہل بیت نبویؐ کے حق میں آواز بلند کی اس پر شیعیت کا فتویٰ لگا دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ المتوفی ۱۰۲ھ کو بھی شیعہ کہا گیا امام اعظم ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ پر بھی قاضی صاحب کی طرح لوگوں نے شیعیت کا الزام لگایا ہے۔ اور اسی طرح امام ابن جریر طبریؒ امام نسائیؒ محدث عبدالرزاقؒ پر بھی الزام لگایا گیا یہ لوگ شیعہ ہیں۔

ع جو حق بات کہے سر قلم اسی کو ہو
وفا کی رسم زمانے سے اٹھ گئی کیسے

مسئلہ تفضیل علیؓ

قاضی صاحب تفضیلی شیعیت کا عنوان لگا کر علامہ وحید الزمانؒ کے سیرت نگار کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ افسوس حیدرآباد میں امراء کی صحبت۔ دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیبؐ مولفہ ملا معین ہشمیؒ المتوفی ۱۱۶۱ھ اور شیخ طوسی کی مجمع البحرین کے مطالعہ نے آخر عمر میں اہل بیت سے محبت غلو کے درجے میں پہنچا دی تھی اور تفضیلی قسم کے تسنن کا رنگ غالب آگیا تھا۔

(دفاع معاویہ صفحہ ۱۳۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی رائے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔ اہل سنت کے بعض علماء اور صوفیہ اس روش پر ہوئے ہیں مثلاً عبدالرزاقؒ محدث اور سلمان فارسیؓ اور حسان بن ثابتؓ اور بعض دیگر صحابہؓ کا ایسا ہی خیال تھا۔ الخ۔ یعنی یہ حضرات بھی تفضیل علیؓ کے قائل تھے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم صفحہ ۳۸۰)

اب قاضی صاحب ہی انصاف سے بتلائیں کہ جب صحابہؓ کے زمانہ سے ہی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ تو اس مسئلہ میں کسی کو متہم کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

بغض حسینؓ کی ایک اور مثال: قاضی صاحب کے دل میں اہل بیتؓ

کا بغض موجود ہے۔ جس کا اظہار کبھی کبھی ان کا قلم کر دیتا ہے۔ قاضی صاحب کا بغض علیؓ اور بغض امام حسنؓ تو آپ پڑھ چکے ہیں اب قاضی صاحب کا بغض حسینؓ بھی ملاحظہ ہو۔

قاضی صاحب اپنی کتاب دفاع معاویہ صـ۱۲۲ میں وحید الزمان کی کربلائیت کا عنوان قائم کر کے رقمطراز ہیں۔

مولوی وحید الزمان حضرت حسینؓ کے مدفن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں مگر صحیح قول یہ ہے۔ کہ آپ کا سر مبارک مدینہ طیبہ میں قبۃ اہل بیت میں مدفون ہے اور جسد پاک بالاتفاق کربلائے معلی میں ہے۔ دمشق میں عجیب اتفاق ہوا جب میں اس گنبد کی زیارت کو گیا تو اس کے پاس جاتے ہی واقعہ شہادت آنکھوں میں پھر گیا اور میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا سارے عرب لوگ جو حاضر تھے تعجب کرنے لگے وہ میرا رونا تھمتا ہی نہ تھا بار بار عربی زبان میں کہتا ہائے ہماری قسمت کہ ہم آپ کے بعد پیدا ہوئے اگر اس وقت ہوتے جب آپ کربلائے معلی میں گھر گئے تھے تو پہلے ہم آپ سے تصدق ہو جاتے پھر کوئی ملعون آپ پر ہاتھ ڈالتا۔

(دفاع معاویہ صـ۱۲۲ صـ۱۲۳)

قاضی صاحب ایمانداری سے بتلا سکتے ہیں کہ اس عبارت میں کیا خامی اور شرعی نقص ہے جس کی بنا پر مذکورہ عبارت پر اعتراض کیا ہے۔

اگر علامہ وحید الزمان علیہ الرحمۃ والرضوان کربلائے معلی جا کر اپنی عقیدت اور جذبات کا اظہار حدود شرعیہ کے اندر رہ کر کریں تو وہ شیعیت ہے اور قاضی صاحب ہر سال باقاعدگی سے اپنے والد صاحب مرحوم کی یاد میں جلسہ منائیں تو یہ سنیت ہے اور خصوصاً دیوبندیت۔ ع گرمومنوں پر کشادہ ہیں راہیں۔

؎ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر بریلوی ۱۲ ربیع الاول کا دن منائیں تو دیوبندیت کے ٹھیکیداروں کے ہاں بدعت ہے۔ اور خود حکومت سے خلفائے راشدین کے دن سرکاری طور پر منانے کی اپیلیں کریں تو جائز ہیں۔ بلکہ آج کل تو غلام اللہ خان کانفرنس۔ مفتی محمود کانفرنس بھی ہر سال منائی جاتی ہے۔ پھر قاضی صاحب پر کیا گلہ ہے۔ اور ان کو کون روک سکتا ہے۔ کہ وہ ہر سال اپنے والد صاحب کی یاد میں باقاعدگی سے جلسہ نہ منائیں۔

ہاں اگر صرف جرم ہے تو شہدائے کربلاؓ کی یاد میں جلسہ کرنے کی اور ایام منانے کی اور یا صرف جناب علی المرتضیٰ کانفرنس منانے کی۔ کیونکہ بریلویوں کی تقلید میں آج کل دیوبندی اور توحیدی بھی ایام منانے لگ گئے ہیں اور کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ مثلاً۔ صدیق اکبرؓ کانفرنس یا یوم صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ کانفرنس عثمان غنیؓ کانفرنس اور اس کے ساتھ بریلوی احمد رضا خان کانفرنس۔ یوم رضا اور دیوبندی غلام خان کانفرنس مگر علیؓ اور حسنین کانفرنس نہ دیوبندی مناتے ہیں اور نہ بریلوی۔

آج کل کے اکثر دیوبندی جو اب توحیدی بھی کہلواتے ہیں حضرات اہل بیتؓ کے بارہ میں اخلاص سے کام نہیں لیتے۔ اور بریلویت میں تو اخلاص نام کی کوئی چیز سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئی۔ البتہ بعض بریلوی مذہب بریلویت (رضاخانی) کی ترویج و اشاعت کے لیے اور مسلک دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے شہداء کربلاؓ کے نام سے کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں مگر ان کانفرنسوں میں ذکر حسینؓ اور فکر حسینؓ کا نام تک نہیں ہوتا اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ بریلوی مذہب کے بانی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب اور بریلوی امت کے حکیم احمد یار خان صاحب نے بڑی سختی سے ذکر حسینؓ سے منع کیا ہوا ہے۔ راقم کی زیر ترتیب کتاب پاکستان

میں یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ میں احمد رضا خان صاحب اور احمد یار خان صاحب پر تفصیلی تبصرہ اسی سلسلہ میں آرہا ہے۔

حقائق سے چشم پوشی

قاضی صاحب حضرت معاویہ کے خلاف فرد جرم کا عنوان لگا کر رقم طراز ہیں کہ مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں۔

ان امور کی تنقیح جن کی وجہ سے حضرت معاویہ پر نکیر کی گئی۔ حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ پر چار چیزوں کی تہمت کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنا۔ حجر ابن عدیؓ کو قتل کرنا زیاد ابن ابیہ کو اپنے باپ ابوسفیان سے لاحق کرنا اور اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰ بحوالہ استخلاف یزید ص ۱۳۴)

اس کے بعد بخاری صاحب موصوف نے ان چار امور پر مفصل بحث کر کے حضرت معاویہ کے خلاف قرار داد جرم لگا دی۔

(دفاع معاویہ ص ۱۲۶)

قاضی صاحب نہ مانیں تو سو بار لیکن اپنے مدعا کے خلاف دلیل کی قوت سے مغلوب ہو کر کسی چیز کی واقعیت سے انکار کر دینا مغلوب الغضب، مقہور الحجۃ اور مسلوب البصیرۃ ہونے کی علامت ہے۔ کیا قاضی کسی دلیل کی بنیاد پر یہ بتا سکتے ہیں کہ امور حضرت معاویہ سے وقوع پذیر نہیں ہوئے۔

اور پھر ان امور پر تو محققین علمائے اہل سنت نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اگر صرف

ان امور کے بارہ ہی میں ان بزرگوں کی آراء جمع کی جائیں تو ہر ہر امور پر مستقل کتاب بنتی ہے۔ اور پھر یہ فرد جرم مولانا بخاری نہیں لگا رہے ہیں بلکہ امام حسن بصریؒ فرد جرم لگا چکے ہیں اور اتنے بزرگوں نے اسے نقل کیا ہے۔ کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے تو ایک امور استلحاق زیاد پر مختصر تبصرہ تو زیر نظر کتاب میں آگیا ہے۔

ان امور پر تفصیلاً بحث استخلاف یزید میں بھی مذکور ہے اور اس کے علاوہ مولانا سید لعل شاہ بخاری صاحب اب ایک اور مستقل کتاب اسی بارہ میں نکرات الاعیان علیٰ معاویۃ ابن ابی سفیان تحریر فرما رہے ہیں انشاء اللہ الرحمٰن جلد ہی منصہ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔

نواصب کی کارستانیاں

جیسا کہ ہم اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ جب نواصب خذلہم اللہ کو جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی میں کوئی خامی بھی نظر نہ آئی تو انہوں نے فضائل معاویہ گھڑنے کیلئے دفتر کھول دیئے اور بقول علامہ شبلی نعمانیؒ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں تو اسی طرح نواصب نے فضل معاویہ میں قرآن کو بھی معاف نہیں کیا۔ اور من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطنا۔ کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضرت معاویہ کو سلطنت مل جائے گی کہ وہ ہی حضرت عثمانؓ کے ولی تھے اور حضرت عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے ہیں اور اس تفسیر (تحریف) کو حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کر دیا۔ حضرت معاویہ۔ حضرت عثمانؓ کے ولی، نعوذ باللہ۔ وہ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ

شرعاً کر سکتے تھے یا نہیں اور قتل عثمانؓ کا باقاعدہ کیس کسی قاضی کی عدالت میں کیوں پیش نہ ہوا اور جناب علی المرتضیٰؓ نے قصاص حضرت عثمانؓ کیوں نہیں لیا ان تمام امور کے قانونی و عدالتی پہلوؤں پر انشاء اللہ الرحمٰن مستقل بحث راقم کی زیر ترتیب کتاب پاکستان میں یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ میں براۃ عثمانؓ نامی کتاب پر تبصرہ کے ضمن میں آ رہی ہے۔ سردست اتنا بتانا مقصود ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی تھی یا نہیں۔

جیسا کہ آپ اسی کتاب میں زیر عنوان کیا حضرت معاویہؓ مجتہد تھے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے ایک جملہ کو نواصب اٹھائے پھر رہے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آنہ فقیہ اور پھر امام طحاویؒ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے انہ فقیہ کی حقیقت کھل جاتی ہے نواصب پھولے نہیں سماتے اور اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ جب کہ یہ بات خلاف واقع اور خلاف تحقیق ہے اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ کا دل بنو امیہ سے صاف نہیں تھا۔ چنانچہ واقع تحکیم کے بعد حضرت ابن عباسؓ اور حضرت شریح بن ہانیؓ باقاعدہ نماز فجر میں حضرت معاویہ عمرو ابن العاص ابوالاعور السلمی۔ حبیب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید۔ ضحاک بن قیس اور ولید پر نام لے لے کر لعنتیں بھیجتے تھے۔

(طبری ج ۲ ص ۷۰ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۸ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۸۳۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۱۷)

مشہور ناجی حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے بھی اپنی کتاب میں سیدنا معاویہ شخصیت و کردار ج ۲ ص ۱۱۶ میں تفصیلی طور پر یہ واقع لکھا ہے۔ اور قاضی صاحب نے بھی علمی محاسبہ ص ۴۲۳ میں اس واقع کا مختصراً ذکر کیا ہے۔ نیز قاضی صاحب نے مودودی دستور و عقائد کی حقیقت کا مقدمہ لکھتے ہوئے بھی ص ۱۴ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

لا اشبع اللہ بطنہ کی تحقیق

راقم ناکارہ نے کچھ ہی عرصہ قبل اہل سنت کے ایک مستند امام اور پیشوا امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیبؒ صاحب سنن نسائی کا مرتب کردہ ایک نایاب رسالہ الخصائص شائع کرایا تھا جو جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل شریفہ میں بطور خصوصی لکھا گیا تھا اور اسے لکھنے کی جو وجہ امام اہل سنت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں درج فرمائی ہے۔ وہ بغیر کسی تبصرہ کے راقم ناکارہ نے اسی رسالہ الخصائص پر عرض ناشر کے تحت نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمادیں ان (امام نسائیؒ) کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ جب مناقب مرتضویؓ (کتاب الخصائص) کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنائیں تاکہ بنو امیہ کی سلطنت کے اثر سے عوام میں ناصبیت کا جو رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح ہو جائے ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا امیر المومنین معاویہ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے۔ تو امام نسائیؒ نے جواب دیا کہ معاویہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ برابر برابر چھوٹ جائے ان کے مناقب کہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھے ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کے اور کوئی حدیث نہیں ملی۔ پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کیا ان کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے۔ خادم ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظمہ پہنچا دو تاکہ میرا انتقال مکہ یا اس کے راستہ میں ہو کہتے ہیں آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا اور مروہ کے درمیان دفن کئے گئے ۱۲ صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن آپ کا

انتقال ہوا بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی واللہ اعلم۔

(بستان المحدثین مترجم ص ۱۸۹)

قاضی صاحب نے نہ جانے لا اشبع اللہ بطنہٗ کے ساتھ طعن کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ جبکہ یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ ہیں اور امام نسائیؒ اسے صحیح حدیث بتا رہے ہیں اور شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی اسے نقل فرما رہے ہیں۔ اور خود قاضی صاحب اسے دعائیہ کلمات سے تعبیر کر رہے ہیں، تو پھر طعن کیسا ہوا؟

نواصب نے فضائل معاویہ میں حدیثیں گھڑنے کے علاوہ ایک اور کارنامہ جو سرانجام دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مثالب بنو امیہ میں جتنی صحیح حدیثیں وارد ہیں یا تو انہیں ماننے سے انکار کر دیا اور یا ان کے بارہ میں اعلان کر دیا کہ یہ صحیح نہیں ہیں اور جاننا چاہئے کہ سب سے اوّل نواصب ہی منکرین حدیث ہیں اور قاضی صاحب نے اس مسئلہ میں کتاب کی شکم پری کے لئے جو خانہ فرسائی کی ہے وہ نواصب کی ترجمانی ہے۔

امام نسائیؒ پر افتراء

قاضی صاحب کے دل میں بنو امیہ کی محبت کا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اور اہل سنت کے اکابرین میں سے بھی جس نے بنو امیہ کے مثالب کا تذکرہ کیا ہے قاضی صاحب نے محمود احمد عباسی کی طرح اسے برملا شیعہ کہہ دیا چنانچہ رقمطراز ہیں:- امام نسائیؒ جلیل القدر محدث ہیں آپ کی سنن نسائی صحاح ستہ میں

بھی شامل ہے لیکن آپ نے بھی عفلہ سے مغلوب ہو کر حضرت معاویہ کے بارہ میں لا اشبع اللہ بطنہٗ کی حدیث پیش کی ہے۔

الخ (دفاع معاویہ ص ۱۴۴)

قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث فقہ اور تاریخ کی تمام کتابوں میں بنو امیہ کی مذمت مذکور ہے۔ کیا قاضی یہ باور کرا سکتے ہیں کہ ان تمام بزرگوں نے غصہ سے مغلوب ہو کر مثالب بنو امیہ کی حدیثیں پیش کی ہیں۔

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ابن خلکان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام نسائیؒ میں شیعیت تھی مگر قاضی صاحب اتنے بھولے اور ناواقف ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ابن خلکان میں ناصبیت تھی۔ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں امام کیا پراسیؒ کا قول ہے دربارہ لعنت یزید پلید درج کر کے غزالی کا قول بھی قصداً نقل کیا ہے۔ تاکہ لوگ امام کیا پراسیؒ کے قول پر عمل کر کے یزید پلید علیہ ما یستحقہ پر لعنتیں ارسال کرنا نہ شروع کر دیں۔

حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ ہیں

راقم ناکارہ نے امام نسائی کی کتاب الخصائص شائع کی ہے اور اس کتاب کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ امام نسائی نے اس کتاب کو خصوصی طور پر احاطہ تحریر میں لایا تھا لیکن قاضی صاحب کو حضرت علی المرتضیٰؓ سے چڑ ہے چنانچہ ارقام فرماتے ہیں کہ خصائص نسائی رطب و یابس کا مجموعہ ہے اور اس میں نہ صرف ضعیف روایات ہیں بلکہ موضوع یعنی من گھڑت بھی ہیں۔

(دفاع معاویہ ص ۱۴۶)

ایسی متعدد روایات البدایہ والنہایہ میں موجود ہیں جو شامی اور ناصبی رواۃ سے پہنچی ہیں۔ ابن کثیر حضرت علیؓ اور جناب حسینؓ کے فضائل یا بنی امیہ کی مذمت بیان کرکے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ لا یصح ذلک (یہ صحیح نہیں ہے) اور بغیر دلیل کے اس کو مسترد کر دیتے ہیں یا روایات مثالب کی ضعیف تاویل کرنے لگتے ہیں اور یا پھر آخری حربہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ شیعہ راویوں کی کارروائی ہے اور کبھی تو ایک قدم اس سے آگے بڑھا کر حضرت معاویہ و یزید کی خوبیاں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور آل رسولؐ کی فضیلت کی حدیثوں میں غرابت و ضعف دکھاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ابن کثیر کو امویوں کے مناقب بنانے اور آل محمدؐ کے مناقب کو کمزور کرکے پیش کرنے کا بڑا شوق ہے۔ قاضی صاحب بھی اس ٹیڑھی بکھر کے فقیر ہیں اور نواصب کی پیروی میں ابن کثیر کی بات کو بلا تحقیق حجت تسلیم کرتے ہیں۔

قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی صدیق اکبر ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا علی المنبر بالبصرۃ یقول انا الصدیق الاکبر۔

(الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ الطبری ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ: معاذہ العدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا علی سے منبر یعنی منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

۲۔ ابی ذر الغفاریؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت اخی و صدیقی و انت صدیق الاکبر۔ (الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ

جاننا چاہیے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ جتنی حدیثیں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں وارد ہیں کسی دوسرے صحابی کی نہیں۔ مگر نواصب نے بوجہ بغض علی ان حدیثوں کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اور یا ان کی تضعیف کے درپے ہو گئے ہیں۔ قاضی صاحب نے بھی نواصب کی پیروی میں ان حدیثوں کو ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسکے رسولؐ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد کوئی یہ بات نہ کہے گا مگر جھوٹا۔ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔

۲۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اپنے سوا اس امت میں کسی کو نہیں جانتا کہ میرے برابر خدا کی عبادت کی ہو میں نے اللہ کی نو برس عبادت کی اس سے کہ عبادت کرے اس کی کوئی اس امت میں سے۔

(خصائص نسائی ص ۸)

ان دو روایتوں کو قاضی صاحب نے دفاع معاویہ ص ۱۴۵، ص ۱۴۶ پر نقل کرکے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر دمشقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں اور قاضی صاحب اپنی طرف سے ارشاد فرماتے ہیں اس قسم کی بے بنیاد روایات روافض نے اپنی کتابوں میں درج کر دی ہیں لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب کے نزدیک یہ پسندیدہ ہیں۔

کیا قاضی صاحب ہمیں یہ بتلا سکتے ہیں کہ امام نسائی روافض میں سے تھے یا کہ اہل سنت میں سے۔

ابن کثیر دمشقی کا ریکارڈ

حافظ ابن کثیر دمشقی ہونے کی حیثیت سے بنو امیہ کے زیادہ طرف دار ہیں اور

آپ حضرت علیؓ سے فرماتے تھے کہ تو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اور تو ہی صدیق اکبر ہیں۔

۳۔ عن عباد بن عبد اللہ قال علیؓ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا صدیق الاکبر لا یقول ذلک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبعین۔ (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۱۲ کتاب معرفۃ الصحابہ سنن ابن ماجہ ابواب المناقب علی بن ابی طالب ص ۱۲ خصائص النسائی ص ۸)

ترجمہ:۔ عباد بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے سوا کوئی یہ نہیں کہے گا مگر جو جھوٹا ہوگا میں نے لوگوں سے کئی برس پہلے نماز پڑھی ہے

۴۔ عن معاذۃ بنت عبد اللہ العدویۃ قالت سمعت علی بن ابی طالب علی منبر البصرۃ وھو یقول انا الصدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر۔

(المعارف لابن قتیبہ ص ۱۲۹ تحت عنوان اسلام ابی بکر)

ترجمہ:۔ حضرت معاذہ بن عبد اللہ العدویہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں منبر بصرہ پر حضرت علی ابن طالب کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں اور ابوبکرؓ کے ایمان لانے سے پہلے ایمان لایا اور ان کے اسلام لانے سے پہلے اسلام آیا۔

۵۔ وعن ابی ذر قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلیؓ: انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی بین الحق والباطل (وفی روایۃ انت یعسوب الدین)

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۰۴)

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تو صدیق اکبر ہے۔ اور تو فاروق ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ تو یعسوب الدین (یعنی دین کا سردار ہے)

تکرار سب و شتم

قاضی صاحب نے اپنی کتاب کی شکم پری کے لئے کئی مقامات پر ایک ہی مسئلہ کو بار بار دہرایا ہے اور اسی طرح مسئلہ سب و شتم کو بھی کئی بار پیش کیا ہے اور اپنی ہٹ دھرمی پر پوری طرح قائم ہیں کہ دور حکومت معاویہ میں اہل بیت نبویؐ پر امراء بنو امیہ سب و شتم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی اس نری ہٹ دھرمی کے مقابلہ میں تاریخ کی مبالغہ آمیز روایات سے صرف نظر کر کے کتب احادیث کی چند صحیح ترین روایات اور قابل اعتماد اہل تحقیق کے چند حوالجات پیش کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں۔

۱۔ ایک مرد حضرت سہل کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو فلاں شخص یعنی امیر مدینہ حضرت علیؓ کو منبر کے پاس نا سلام کہتا ہے۔

الخ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)

۲۔ قطبہ ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ ابن شعبہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق جب ناشائستہ گفتگو کی تو زید ابن ارقم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے مغیرہ تو یقیناً جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب اموات سے منع فرمایا ہے۔ پھر تو علی کو کیوں سب کرتا ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

(مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۲۹ و ص ۳۷۱ مصنف ابن شیبہ ج ۴ ص ۱۵۳)

۳۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ کیا تمہارے ہاں علی ابن طالب پر سب نہیں کہا جاتا فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے علیؓ کو سب کہا اس نے مجھے سب کیا۔

(مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۲۳۔ المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۶۹ اخصائص للنسائی ص ۱۵۲ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۱ الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۹ شرح شفا ج ۲ ص ۴۰۵، ۵۰۳ و ص ۵۵۵)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ کی ایک روایت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ سب علیؓ کے بارہ میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا اور حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے بھی باضابطہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ آپ بھی حضرت علیؓ پر سب وشتم کریں یہ روایت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ رئیس التبلیغ نے بھی اپنی کتاب منتخب حیات الصحابہ جلد ۲ ص ۵۳۱ میں نقل کی ہے۔

۵۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے اتباع بکثرت حضرت علیؓ پر سب کیا کرتے تھے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ ص ۴۰۳ و ج ۴ ص ۴۳۷)

۶۔ علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں کہ مروان حضرت علیؓ کو خطبہ میں سب کرتا ہے اور لوگ خطبہ میں کھڑے ہو جاتے پس اس نے خطبہ نماز سے مقدم کر دیا۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۵۳۹۔ العرف الشذی ص ۲۳۰)

۷۔ علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ بنی امیہ نے پورے نوے سال تک سندھ سے ایشیائے کوچک تک مساجد جامع میں آل فاطمہؓ کی توہین کی اور برسر منبر حضرت

علیؓ پر لعن کہلوایا۔

(سیرۃ النبی ج ۱ ص ۶۷)

۸۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔

امیر معاویہ نے اپنے زمانے میں برسر منبر حضرت علی پر سب وشتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۱۳)

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تصریح

مندرجہ بالا چند حوالہ جات بطور نمونہ مختصر مترجم پیش کئے گئے ہیں اور آخر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک ارشاد آپ کی کتاب حکایات الاولیاء سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۲۴ پر لکھنؤ کے ایک وعظ کے دوران شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ایک شیعہ مولوی سبحان علیؒ خان کا ایک سوال جواب یوں منقول ہے۔

اثنائے وعظ میں ایک موقع پر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کا ذکر آیا تو سبحان علی خان پھر بولا اور اس نے حضرت علیؓ کی شان میں زبان مدح اور معاویہ نیز دوسرے صحابہ کی شان میں زبان تنقیص کھولی تو مولانا شہیدؒ پھر کھڑے ہو گئے اور مولانا عبدالحیؒ صاحب کو (وعظ سے) روک کر سبحان علی خان سے کہا کہ بتاؤ کہ حضرت علی کے دربار میں امیر معاویہ پر تبرا ہوتا تھا؟ اس نے کہا نہیں حضرت علیؓ کا دربار جھوٹ سے پاک تھا پھر پوچھا کہ حضرت معاویہ کے یہاں حضرت علیؓ پر تبرا ہوتا تھا؟

کہا کہ بے شک ہوتا تھا اس پر مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اہل سنت الحمدللہ حضرت علیؓ کے مقلد ہیں اور روافض حضرت معاویہ کے (حکایات الاولیاء ص۱۲۴)

اس حکایت کو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب روایات الطیب ص۸۶ میں بھی درج فرمایا ہے۔ نیز مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارواح ثلاثہ ص۱۱۷ میں بھی درج کیا ہے۔

خلافت شیخینؓ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے بارہ میں مولانا سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب استخلاف یزید میں جو کچھ تحریر فرمایا قاضی صاحب نے محض تعصب کی بنا پر غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ مولانا بخاری کی یہ عبارتیں صحیح بخاری سے ماخوذ ہیں ڈاکٹر خالد محمود نے بھی ان عبارتوں پر بحث کرتے ہوئے نہایت ہی مخبوط الحواسی کا ثبوت دیا ہے۔ بہر حال خلافت صدیقیؓ اور خلافت فاروقیؓ پر قاضی صاحب نے جو وساوس پیش کئے ان کا تفصیلی جواب مولانا بخاری مدظلہ نے خود البیان الاظہر میں دیا ہے۔

قاضی صاحب کی ناسمجھی

قاضی صاحب اپنی کتاب دفاع معاویہ ص۱۷۲ پر ایک اہم نکتہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:۔

مولانا لعل شاہ بخاری نے انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں مشاورت کی ضرورت

کے سلسلہ میں جو آیات و احادیث پیش کی ہیں وہ نفس خلافت کے بارے میں ہیں اسی لئے اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت و امارت کا مسئلہ فروعی ہے۔ نہ کہ اصولی۔ لیکن خلفائے اربعہ اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے لئے مشورہ ضروری نہیں تھا۔

(دفاع معاویہ ص۱۷۲ ص۱۷۳)

پھر اسی صفحہ نمبر ۱۷۳ پر حضرت نانوتویؒ کا ارشاد بے عنوان کر کے لکھتے ہیں چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ ایت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیل امن جو کچھ تھا سب اصل میں انہیں چار یار کے لئے تھا۔ (ہدیۃ الشیعہ ص۵۶)

اور مولانا نانوتوی کے اس ارشاد پر تبصرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان چار یارؓ کی خلافت مشورہ کی محتاج نہیں ان کے لئے مشورہ ضروری نہیں تھا۔

(دفاع معاویہ ص۱۷۳)

قاضی صاحب سے اہم سوال

قاضی صاحب نے جو بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عبارت ہدیۃ الشیعہ ص۵۶ سے پیش کی ہے۔ اور پھر اپنی زبان میں اس کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے۔ کیا قاضی صاحب بتا سکتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عبارت کے کن الفاظ کا یہ خلاصہ ہے۔ کہ ان چار یار کی خلافت مشورہ کی محتاج نہیں اور ان

کیا قاضی صاحب ایمانداری سے ہمیں یہ بتلا سکتے ہیں کہ صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیوں جمع ہوئے تھے خلیفہ اول کے انتخاب کے مشورہ کی غرض سے یا کسی دوسری غرض سے۔ تبصرہ کرتے ہوئے خود بھی ارقام فرماتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ اس بات سے رنجیدہ ہو گئے تھے کہ ان کو مشورہ میں شامل نہیں کیا۔ الخ۔

(دفاع معاویہ ص ۱۶۱)

اگر قاضی صاحب کے بقول خلفائے اربعہ کی خلافت کے لئے مشورہ ضروری نہیں تھا تو حضرت علی المرتضیٰ حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ پھر کس بات سے رنجیدہ تھے اور کیوں تھے۔؟ اور مشورہ میں شامل نہ کئے جانے کی بنا پر کیوں رنجیدہ تھے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ۔ چھ آدمیوں پر مشتمل مجلس شوریٰ۔ خلافت ثلاثہ کے لئے کیوں منتخب فرمائی۔؟

قاضی صاحب کے اس قول سے تو العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ آیات استخلاف و آیات تمکین اور نص خلافت کو نہ حضرت عمر رضی اللہ سمجھے نہ حضرت عثمانؓ۔ نہ حضرت علی المرتضیٰؓ سمجھے اور نہ بقایا چار اصحاب عشرہ مبشرہؓ بلکہ اس وقت جمع بقید حیات صحابہؓ اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکے اور اس مسئلہ کو سمجھے تو اس صدی میں آکر مظہر حسین صاحب سمجھے۔ شاید انہیں جدید آلات تحقیق میسر ہوں۔ اور شاید سمجھدار لوگوں کی پیداوار کا موسم پندرہویں صدی کے ابتدا کی بہار ہے۔ یا پھر قاضی صاحب کو الہام ہوا ہو یا حضرت معاویہ نے انہیں خواب میں بتایا ہو۔

خلافتِ علیؓ اور قاضی صاحب

قاضی مظہر حسین صاحب اپنی کتاب مذکورہ میں خلافتِ صدیقیؓ اور مولانا لعل شاہ کا عنوان قائم کر کے ارقام فرماتے ہیں کہ مولانا بخاریؒ انتخاب خلیفہ کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

راقم السطور کہتا ہے۔ کہ رحمت خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہو گئی اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت خلافت کے لئے وہ تلوار اٹھاتے تو بھی یقیناً مکوکیت ہوتی خلافت راشدہ نہ ہوتی ولکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولا وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے سچا کر دیا

(استخلاف یزید ص ۵۳۴) دفاع معاویہ ص ۱۷۴ + ص ۱۷۵

اس عبارت پر قاضی صاحب تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں اگر آپ کا بالفرض صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو راشدہ کیوں کر کہہ سکتے ہیں جبکہ آپ کی بیعت پر امت کا اتفاق نہیں ہوا لیکن باوجود اس کے آپ نے اپنی خلافت کے تحفظ کے لئے تلوار اٹھائی تو آپ کے پیش کردہ اصول کے تحت کیا حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت مکوکیت نہ ہوئی۔

(دفاع معاویہ ص ۱۷۵)

اور پھر قاضی صاحب مذکورہ کتاب ص ۱۷۶ پر ہمارا سوال کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ تو ان کے پہلے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ پر امت متفق نہیں ہوئی اور جنگ جمل اور جنگ صفین تک نوبت پہنچی علاوہ ازیں۔ آپ کا اپنا گروہ بھی آپ کی نافرمانی کرتا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کی خلافت راشدہ

میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اگر امت متفق نہ ہوتی تو آپ کی خلافت کو خلافت راشدہ کی بجائے ملوکیت قرار دیا جاتا فرمایئے کیا یہ اپنے پیش کردہ ضابطے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰؓ کی ناجائز طرف داری نہیں ہے۔ آخر یہ فرق کیوں؟

کیا آپ حضرت علی المرتضیٰ کو خدا کا نامزد خلیفہ تو نہیں قرار دیتے؟

اور اس تحقیق کی روشنی میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ کیا آپ کے پاس ناپ تول کے دو پیمانے تو نہیں ہیں۔ ایک حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے اور دوسرا حضرت علی المرتضیٰ کے لئے۔

دفاع معاویہ ص۱۷۶ ۔ ص۱۷۷

جواز الصلوٰۃ والسلام واطلاق الامام علی اولاد خیر الانام

آج کل نواصب اس بات پر زور صرف کر رہے ہیں کہ آئمہ اہلبیتؑ کے لئے لفظ "امام" لکھنا اور بولنا ممنوع ہے۔ نیز ان کے مبارک ناموں کے ساتھ علیہ السلام بھی لکھنا یا بولنا خلاف شریعت ہے۔ ناصبیوں کے اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر بعض علمائے اہل سنت بھی اس مذموم ناصبی مہم کا شکار ہو گئے ہیں اور کچھ مفتی صاحبان ایسے فتاویٰ داغ رہے ہیں رسالہ ھذا میں آئمہ اہل بیت کے ساتھ امام اور علیہ السلام کے جواز کو پیش کیا گیا ہے اور ناصبی وسواس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں۔

قاضی صاحب اتنا سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت پر بھی اجماع ہوا تھا اور چند نواصب نے بغاوت کر دی تو اسے امت کا متفق نہ ہونا کہہ رہے ہیں اور جگہ جگہ حق چار یارؓ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ غالباً قاضی صاحب ابھی تک خلافت کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھے قاضی صاحب سمجھیں کہ بیعت خلافت اور حصول خلافت اور چیز ہے۔ اور تحفظ خلافت اور چیز ہے۔

میں قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں گزارش کروں گا کہ جب آپ خلافت کے معانی۔ مفہوم وغیرہ سے بھی ناواقف ہیں۔ تو آپ کیوں خواہ مخواہ پانچواں سوار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔؟

اور خالص علمی بحثوں میں کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں۔

مولانا بخاری نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں جو لکھا ہے۔ وہ بیعت خلافت اور حصول خلافت کے لئے تلوار اٹھانے کا لکھا ہے۔ اور آپ نے اپنے بغض علیؓ کی وجہ سے جو جنگ جمل و جنگ صفین کی مثال دی ہے۔ وہ تحفظ خلافت کا مسئلہ ہے۔ اور تحفظ خلافت کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی تلوار اٹھائی تھی۔ اب فرمائیں کہ پیمانہ ایک ہے یا دو ہیں۔ اگر آپ کو دو نظر آئیں اس میں ہمارا کچھ قصور نہیں ہے دل کو بغض علیؓ سے صاف کریں انشاء اللہ پیمانہ ایک ہی نظر آئے گا۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی ہے رات۔
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا۔

آخری گذارش

آخر میں قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں
نہایت ادب سے گذارش ہے کہ وہ دوبارہ کھلے چھٹے کا کھلے
دل سے مطالعہ فرمائیں اور اسے اپنے انا کا مسئلہ نہ
سمجھیں اور الاجابتہ الکافیہ کا بھی کھلے دل سے تعصب
اور تنگ نظری کی عینک اتار کر مطالعہ فرمائیں شاید انہیں
سکونِ قلب کا سامان مل سکے اور رجوع الی الحق کی توفیق
نصیب ہو جائے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

ترجمانِ اجداد سید مہر حسین بخاری

مہر حسین غفرلہ

مسئلہ جواز لعنت یزید پلید

مؤلفہ سید مہر حسین بخاری

یزید پلید علیہ ما یستحقہ پر لعنت کے جواز کو نیز اس مردود کے فسق و فجور پر آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیش گوئیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آراء۔ دیگر جلیل القدر تابعین، محدثین کرام اور اکابرین دیوبند کی تحریروں کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

قیمت -/۷ روپے

ناشر:- مجلس تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان

خصائص نسائی فی مناقب مرتضوی

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب صاحب السنن کی مشہور زمانہ کتاب جناب علی المرتضیٰ کے فضائل شریفہ میں ایک نادر اور لاجواب شاہکار ہے۔ اور عرصہ دراز سے نایاب تھی مجلس تحفظ ناموس اہلبیت پاکستان نے اس کتاب کو سید مہر حسین بخاری کے پیش لفظ کے ساتھ شائع کیا ہے کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر ہے۔

قیمت:- -/۱۵ روپے

تنقید متین بر ہفوات مولوی شمس دین

مولوی شمس دین سکنہ درویش ہری پور کے رسوائے زمانہ ٹریکٹ "افضل کی فریب کاریاں" کا علمی تحقیقی و تنقیدی جائزہ ہے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسٹر شمس دین صاحب ہکے اور متعصب ناصبی (یزیدی) ہیں اور ناصبی نظریات کے فروغ کے لیئے یہ رسالہ لکھا ہے نیز:۔ شمس صاحب کے ناصبی نظریات پر بھرپور تنقید کی گئی ہے اور ان کے وسواس کا بطریق احسن ازالہ کیا گیا ہے۔

ردِ یزیدیت میں یہ رسالہ انشاء اللہ بہت ہی مفید رہے گا

تحقیق حدیث قسطنطنیہ

نواصب عام طور پر یزید پلید کی صفائی میں اور اسے جنتی ثابت کرنے کے لئے حدیث قسطنطنیہ کا سہارا لیتے ہیں اور ناواقف قارئین کو صحیح بخاری کا نام پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں نواصب کے اس مکر و فریب کے ازالہ کے لیئے حضرت علامہ السید لعل شاہ صاحب بخاری فاضل دارالعلوم دیوبند اور مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی کی تحقیق حدیث قسطنطنیہ کو انکی کتابوں سے تلخیص کر کے یکجا کر دیا گیا ہے دونوں بزرگوں کی نہایت ہی محققانہ تحقیق ہے اور حدیث قسطنطنیہ کے ہر پہلو پر بڑی شرح و بسط سے کلام کیا گیا ہے۔

ردِ ناصبیت میں ایک اہم رسالہ ہے علماء و طلباء اور شیعہ تاریخ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے خصوصی تحفہ ہے۔

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

پاکستان میں یزیدی تحریک پر اجمالی تبصرہ

سید مہر حسین بخاری کے آفریں بہار اور باطل شکن قلم سے پاکستان میں یزیدی تحریک اور اس کے محرکات پر ایک نئے انداز چونکا دینے والے انکشافات کے ساتھ تبصرہ۔

عماموں کے پیچ کھولتا۔ قباؤں کے بخیئے ادھیڑتا ناصبیوں کی چھاڑ کرتا۔ عنقریب منصہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے

ناشر:۔ مجلس تحفظ ناموس اہلبیت پاکستان

الکلام المقبول فی مدح اولادِ رسولؐ

امام زین العابدین علیہ و علی آبائہ السلام کی شان اقدس میں مشہور عرب شاعر ابوالفراس فرزدق کے اشعار اور ان کی شرح ہے ایک ایک لفظ حب اہل بیت کا آئینہ دار ہے۔ رسالہ لکھا جا چکا ہے۔ دعا فرمائیں اللہ پاک بحرمت آل رسولؐ طباعت کے اسباب پیدا فرمائیں۔

احسن التنقید علی القول السدید

نقیب السادات فخر اہل سنت رئیس البخاری المحققین حضرت مولانا السید لعل شاہ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کے خلاف طوفانِ بدتمیزی جو کہ ایک رسوائے زمانہ پمفلٹ القول السدید کے نام سے کھڑا کیا گیا ہے۔

کا دندان شکن تحقیقی و تنقیدی جائزہ و تبصرہ

سید مہر حسین بخاری کے آفرین بہار اور باطل شکن قلم سے قہر یزیدیت پر ضرب ید الٰہی

معذرت

دوران کتابت خوشنویس صاحب نے اتنی اغلاط کا ارتکاب کیا کہ ان کی اصلاح ناممکن ہو گئی۔ لہٰذا بغیر تصحیح کے طباعت کرائی جا رہی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ بندہ کو معذور گردانتے ہوئے دوران مطالعہ اس چیز کو ملحوظ رکھیں۔

تصحیح الایمان

بجواب

ماہ محرم اور موجودہ مسلمان

ہفت روزہ اہلِ حدیث الاعتصام کے ایڈیٹر صلاح الدین یوسف کے ہوائے زمانہ رسالہ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان کا علمی و تحقیقی جواب اور صلاح الدین یوسف صاحب کے ناصبی نظریات اور وسواس کا تحقیقی جائزہ اور بے لاگ تبصرہ مبنی ناصبی شبہات پر سیر حاصل تحقیق و تنقید شامل ہے۔

کتاب زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ العزیز بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قصر یزیدیت میں زلزلہ بپا کر دے گی۔